شمارہ نمبر

9

امت مسلمہ کے حالات، عصری تقاضے اور دعوت فکر

افکار

★ ۱- نظام مصطفیٰ ﷺ اقتدار سے یا کردار سے؟

★ ۲-ضروری علم دین سے نابلد مسلمان

★ ۳-پہلے گھر کے اندر حیا پیدا کرو

★ ۴-بھگوا لو ٹریپ کیا ہے؟

★ ۵-سلاسل میں بٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے؟

★ ۶-نیشنل میڈیا اور اسلاموفوبیا

★ ۷-قرآن و حدیث سے قبر کے عذاب پر دلائل

★ ۸-اسلام کے عورت پر احسانات

★ ۹-مزاروں پر عورتوں کی بڑھتی تعداد کے خطرناک نتائج

★ ۱۰-بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ دوہرا سلوک کیوں؟

TEHREEK NIZAM-E-MUSTAFA

ناشر: تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

Book Name: AFKAR PART 9

Language: Urdu

Hijri Date: 12 Jamadi us Sani 1444H

English Date: 05 January 2023 [Thursday]

Publisher: Tehreek Nizam e Mustafa ﷺ (India) or TNM Official

Any Query, contact us: 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit: https://www.nizamemustafa.in/

Also follow us on: Facebook | Instagram | Youtube | Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

سہ ماہی

افکار

[شمارہ نمبر:۹]

اسلامی افکار و نظریات پر مبنی ایک فکر انگیز مجموعہ

ناشر:

تحریک نظام مصطفی ﷺ

www.nizamemustafa.in

فہرست مضامین

صفحہ نمبر:

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں ،اقتدار ان کا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جا رہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں ؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں در گزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا۔ لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا شعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جد وجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھویا ہوا وقار واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا راعینی

نظامِ مصطفیٰ ﷺ اقتدار سے یا کردار سے؟

:علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اپنی رائے کے اظہار سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظام مصطفےٰ کا مفہوم واضح کر دیا جائے نظام کا معنی ہے: "موتیوں کو لڑی میں پرو دینا" اور عربی زبان میں مصطفیٰ کا معنی منتخب ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام ہے۔ مجموعی طور پر نظام مصطفےٰ سے مراد نظام اسلام ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا ہے۔ نظام مصطفےٰ کا مطلب یہ ہوا کہ مخلوق خدا کو اسلامی احکام کا پابند بنا دینا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام انفرادی طور پر نہیں اجتماعی طور پر ہوگا اور اجتماعیت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کوئی بااختیار شخصیت کنٹرول کرنے کے لئے موجود نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ

وہ لوگ کہ جب ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں زکوۃ دیں نیکی کا حکم دیں، اور برائی سے روکیں۔

نماز اور زکوۃ کا قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا نظام مصطفےٰ ہے، جسے اقتدار پر معلق کیا گیا ہے۔ اقتدار ہوگا تو یہ سب کچھ نافذ ہوگا، اقتدار نہیں ہوگا تو آپ اپنی نماز پڑھ سکتے ہیں، خود زکوۃ دے

سکتے ہیں لیکن نماز اور زکوۃ کا نظام نافذ نہیں کر سکتے۔ مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال بسر کئے۔ کردار اس وقت بھی موجود تھا لیکن نظام مصطفے مدینہ طیبہ میں اس وقت نافذ ہوا جب اقتدار قائم ہوا۔

غور فرمایئے نظام مصطفے میں:

- احکام خداوندی نافذ کئے جائیں گے،
- نماز جمعہ، جماعت اور عیدین کا اہتمام کیا جائے گا،
- جھگڑوں کو نمٹایا جائے گا،
- ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا جائے گا،
- چوروں، زانیوں، شرابیوں، ڈاکوؤں پر حدود شرعیہ نافذ کی جائیں گی،
- اسلامی ممالک کی سرحدوں کی حفاظت کی جاے گی،
- کافروں سے جہاد کیا جائے گا،-
- عدل وانصاف کیا جائے گا،

یہ سب کچھ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے۔

اریٹریا کی مثال آپکے سامنے ہے، وہاں مسلمان اکثریت میں ہونے کے باوجود نظام مصطفے سے اس لئے محروم ہیں کہ وہاں اقتدار عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اب وہ کردار کے لحاظ سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں، اقتدار کے بغیر نظام مصطفے نافذ نہیں کر سکتے۔ احادیث مبارکہ میں امیر کی اطاعت کو اس قدر

اہمیت دی گئی ہے کہ ،اگر حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنادیا جائے تو اس کی اطاعت سے بھی انحراف نہ کرو، ورنہ سارا نظام مختل ہو کر رہ جائے گا۔

لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ اقتدار کس کا ہو؟ اقتدار ایسے شخص کا ہو جو مسلمان ہو، غلام مصطفےٰ ہو، جو اپنے آپ کو حکومت الہیہ کا ایک سپاہی تصور کرے۔ ورنہ محض اقتدار تو ریگن اور اندرا گاندھی کے پاس بھی موجود ہے، ان سے نظام مصطفےٰ لانے کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔

ضروری علم دین سے ناواقف مسلمان

طارق انور مصباحی:

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

جو مسلمان ضروری علم دین سے ناواقف و آشنا ہوگا، وہ اپنی زندگی اسلامی شریعت کے مطابق نہیں گزار سکے گا اور وہ ضروری علم دین حاصل نہ کرنے کے سبب گنہ گار بھی ہوگا، کیوں کہ اپنی ضرورت کے دینی مسائل و عقائد کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

علم دین کا دو حصہ ہے۔ایک حصہ ایسا ہے جس کو حاصل کرنا تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے فرض ہے،اور علم دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کی تحصیل فرض کفایہ ہے۔اگر چند لوگوں نے اس کو حاصل کرلیا تو دیگر افراد بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ملک ہند کے اقامتی اسلامی مدارس میں حفظ قرآن مجید اور عالم وفاضل کی تعلیم دی جاتی ہے۔یہ تعلیم فرض کفایہ ہے۔اس کا بیان منقوشہ ذیل آیت کریمہ میں ہے۔

(وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ)

(سورہ توبہ: آیت ۱۲۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (کنزالایمان)

دین کے ضروری مسائل کا علم حاصل کرنا تمام مومن مرد و عورت پر فرض ہے۔ اگر حاصل نہ کیا تو بندہ گنہ گار ہوگا، نیز بہت سے فرائض و واجبات اور دیگر عبادات و حکام کی ادائیگی میں بھی مشکل در پیش ہوگی۔ اس کا بیان مرقومہ ذیل حدیث مصطفوی میں ہے۔

عَن اَنَسِ بنِ مَالِکٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ العِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسلِمٍ

(سنن ابن ماجہ: باب فضل العلما والحث علیٰ طلب العلم)

(شعب الایمان للبیہقی ج۲ ص۳۵۲)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

فرض کفایہ کی تعلیم کے لیے عظیم الشان مدارس تعمیر ہو چکے ہیں، لیکن فرض عین کی جانب کماحقہ توجہ نہ دی جا سکی، حالاں کہ فرض کفایہ سے زیادہ فرض عین کی جانب توجہ دی جانی چاہئے۔ مسجدوں سے ملحق مدارس کا قیام اسی مقصد سے ہوا تھا۔ شمالی ہند میں اس درس گاہ کا نام ''مکتب'' ہے، اور کیرلا میں اس کو ''پلی درس'' اور کرناٹک و گوا کے علاقوں میں انجمن کہا جاتا ہے۔

فرض عین دینی علوم:

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا:

حدیث ''طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم'' کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے۔اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت،تو یہ صادق نہ آئے گا،مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو،اور فرض عین نہیں،مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو۔ان کا اعم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے،جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے،اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی: والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے،اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں،پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے،پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم،مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ،صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج،نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے،تاجر ہو تو مسائل بیع و شرا،مزارع پر مسائل زراعت،موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ،وعلیٰ ہذا القیاس۔

ہر شخص پر اس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے،اور انہیں میں سے ہے مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے،اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریا وعجب وحسد وغیرہا اور ان کے معالجات کہ ان کا تعلم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔جس طرح بے نماز، فاسق وفاجر مرتکب کبائر

ہے،یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔نسئل اللہ العفو والعافیۃ:توصرف یہی علوم حدیث میں مرادہیں وبس''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: حصہ اول: ص۶۱: رضا اکیڈمی ممبئ)

مذکورہ بالا وضاحت کے مطابق درج ذیل دینی علوم سیکھنا سب پر فرض عین ہے:

(۱)عقائد اسلام وعقائد اہل سنت وجماعت کا ضروری علم (۲)نماز کے مسائل (۳)رمضان میں روزہ کے مسائل (۴)اگر صاحب نصاب نامی ہو تو زکوٰۃ کے مسائل (۵)صاحب استطاعت ہو یعنی اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو حج کے مسائل (۶)ہر پیشہ والے کو اپنے پیشہ سے متعلق احکام کا علم (۷)جو امور انجام دینا چاہتا ہو،اس کے متعلق احکام کا علم (۸)مسائل حلال وحرام (۹)مسائل علم قلب۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت،صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء)نے تحریر فرمایا۔

مسئلہ: ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض عین ہے،اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ،اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین ہے۔(درمختار)

(بہار شریعت حصہ سوم ص۶۴۵: مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: بقدر ضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے،اور حاجت سے زائد سیکھنا حفظ جمیع قرآن سے افضل ہے۔(ردالمحتار)

(بہار شریعت: حصہ سوم: ص۲۶۵: مکتبۃالمدینہ کراچی)

فرض کفایہ دینی علوم:

(۱)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین،اور من جملہ افاضل مستحبات،عمدہ قربات،منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: حصہ اول: ص۴۰۱-رضااکیڈمی ممبئی)

(۲)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو،وضو،غسل،نماز،روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو،تاجر تجارت، مزارع زراعت،اجیر اجارے،غرض ہر شخص جس حالت میں ہے،اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو،فرض عین ہے۔جب تک یہ حاصل کرے،جغرافیہ،تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے۔''طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ''۔جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو،حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی،اوراس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا۔کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوینا۔نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا۔غرض یہ علوم ضروریہ تو

ضرور مقدم ہیں،اور ان سے غافل ہو کر ریاضی،ہندسہ،طبعیات،فلسفہ یا دیگر خرافات ووسوسہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم ومدرس دونوں کے لیے حرام ہے۔

اوران ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین،فقہ،حدیث،تفسیر،عربی زبان،اس کی صرف،نحو،معانی،بیان،لغت،ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(فَلَوۡلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ)یہی علوم،علم دین ہیں،اورانھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اوران کے سوا کوئی فن یازبان کچھ کار ثواب نہیں۔ہاں،جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغ پاکراقلیدس،حساب،مساحت،جغرافیہ وغیرہا،وہ فنون پڑھے،جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا،جبکہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم حصہ اول ص ۱۰۸-رضااکیڈمی ممبئی)

فرض علوم کی کتابیں:

علم دین جو فرض عین ہے،اس کے لیے مستقل کتابیں اردو زبان میں تصنیف کردی گئی ہیں۔ان کتابوں میں سب سے اہم بہار شریعت ہے۔یہ کتاب بیس حصوں پر مشتمل ہے۔اس سے قبل قانون شریعت پڑھائی جائے۔ان دونوں کتابوں میں ان تمام عقائد ومسائل کا بیان ہے،جن کا علم حاصل کرنا ایک مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح ناظرۂ قرآن مجید پڑھتے وقت تجوید کے ضروری قواعد بھی پڑھائے جائیں،تاکہ نماز کی ادائیگی صحیح طریقہ پر ہوسکے۔جو علم دین فرض قرار دیا گیا ہے،وہ بہت زیادہ نہیں ہے۔طلبہ اسکول کے وقت اسکول بھی جائیں اوراسکول جانے سے قبل صبح کو یااسکول سے چھٹی کے بعد شام کو دین کی تعلیم کے لیے وقت خاص کرلیں۔ہندوستان بھر میں قریباًیہی رواج ہے،اور یہ بہت اچھاطریقہ ہے۔اسکول کی تعلیم بھی جاری رہے،ساتھ ہی دینی تعلیم بھی ہوتی رہے۔

ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ ضروری دینی تعلیم یعنی مکتب کی تعلیم کی جانب توجہ بہت کم ہے، نیز کون سے مضامین کی تعلیم ہونی لازم ہے،ان امور کی نشاندہی نہیں کی جاتی ہے: مثلاًبھارت کے مکتب میں ناظرۂ قرآن کی تعلیم دے دی جاتی ہے۔ضروری مقدار میں قرآن شریف کی سورتیں اور آیتیں بھی حفظ کرادی جاتی ہیں، لیکن تجوید کاخیال بہت کم کیاجاتاہے۔

تجوید کے لازمی قواعد کی تعلیم نہ ہونے کے سبب بچوں کو حروف کے مخارج اور حروف کی صفات کاعلم نہیں ہوپاتا۔اسی طرح بچے قانون شریعت اور دیگر دینی کتابیں اس وقت پڑھتے ہیں، جبکہ وہ کم عمر ہوتے ہیں۔کم عمری کے سبب مسائل کو صحیح سے سمجھ بھی نہیں پاتے،اورجب انہیں ان مسائل کی ضرورت درپیش ہوتی ہے،تب وہ ان کتابوں کو کھول کر بھی نہیں دیکھتے۔ائمہ کرام یا مقررین وخطباعوام مسلمین کوجمعہ یاجلسہ میں تمام مسائل بیان نہیں کرسکتے۔اگربیان بھی کریں توکوئی زبانی یاد نہیں رکھ سکتا،پھریہ بھی معلوم نہیں کہ سامعین کوابھی کون سے مسائل کی ضرورت ہے۔ملک بھر میں امت مسلمہ کو بہار شریعت اور قانون شریعت کی جانب متوجہ کرنے کی ضرورت ہے،تاکہ

ضرورت منداپنی ضرورت کے مسائل از خود ان کتابوں سے معلوم کر سکے۔اس طرح کی ماحول سازی سے عامۃالمسلمین کا ذہن علم دین کی جانب مائل ہو جائے گا۔

موجودہ ماحول یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر عوام مسلمین ائمہ کرام و علمائے دین کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہیں ضرورت کے مسائل معلوم نہیں اور نہ ہی اتنی قوت ہے کہ ضروریات زندگی کے مسائل قانون شریعت یا بہار شریعت میں دیکھ سکیں۔ہاں، یہ ضرور ہونا چاہئے کہ مشکل مسائل کے لیے علمائے کرام کی جانب رجوع کریں۔ہر مسئلہ کے لیے علمائے کرام کی جانب رجوع کو اگر شریعت اسلامیہ پسند فرماتی تو تمام مسلمانوں پر ضروری مسائل کا علم حاصل کرنا فرض نہیں قرار دیا جاتا۔اب جبکہ ضروری مسائل کا علم فرض قرار دیا گیا تو اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ روزمرہ اور ضروریات زندگی کے عام فہم مسائل کے لیے علمائے کرام کے پاس گھومنا مطلوب شرع نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کو ان امور کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ہر جگہ اور ہر وقت علمائے دین دستیاب بھی نہیں ہو سکتے۔مشکل مسائل ضرور علمائے دین سے دریافت کیے جائیں۔

پہلے گھر کے اندر حیا پیدا کرو

جاوید رضا مرکزی:

دکھ، خوشی اور غصے کے اظہار کے طور طریقے جانوروں میں بھی پائے جاتے ہیں مگر شرم و حیا ایک ایسا وصف ہے جو صرف انسانوں میں ہی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان میں بچپن سے ہی ہوتا ہے کسی میں زیادہ اور کسی میں کم پایا جاتا ہے مگر پایا جاتا ہے۔ اب گھر کے ماحول پر منحصر ہے کہ وہ شرم و حیا بچے میں باقی رہتی ہے یا نہیں۔ جب گھر کے بڑوں میں شرم و حیا نہ ہو تو بچوں سے بھی شرم و حیا رخصت ہو جاتی ہے۔

جس کے لب و لہجے، حرکات و سکنات اور عادات و اطوار سے شرم و حیا رخصت ہو جائے تو باقی اچھائیوں پر خود بخود پانی پھر جاتا ہے۔ پھر انسان کے دل میں جو آتا ہے وہ کرتا ہے پھر وہ کچھ بھی کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرے۔

جب انسان شرم و حیا کے حصار سے باہر ہو جاتا ہے تو وہ ذلّت و رسوائی کے گہرے گھڑے میں جا پڑتا ہے۔

شرم وحیا اور اسلام:

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان بر کت نشان ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الایمان بضع و سبعون او بضع و ستون فافضلھا لا الہٰ الا اللہ و ادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق و الحیاء شعبۃ من الایمان (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں۔ان سب میں افضل شاخ لا الہٰ الا اللہ اور کم تر شاخ راستے سے نقصان دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے۔

حیا اور ایمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں جب حیا ختم ہو جاتی ہے تو انسان کے دل میں جو آتا ہے وہ کرتا ہے اگر دیکھا جائے تو مسلمانوں میں جو سب سے مہلک بیماری پھیل رہی ہے وہ بے حیائی ہے۔اسی وجہ سے دشمنان اسلام حیا پر حملہ آور ہے۔ فلمیں، ڈرامیں، اشتہارات ہر طرح سے معاشرے میں شرم وحیا کے سائبان میں سیندھ لگانا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

بے شرمی اور بے حیائی سببِ ہلاکت ہے:

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ایک مرد بے حیا ہوتا ہے تو معاشرے میں برا اثر پڑتا ہے مگر جب ایک عورت بے حیا ہوتی ہے تو نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔آج کے اس دور میں بے حیائی تیزی سے پھیل رہی ہے اُسکی بڑی وجہ عورتوں میں حیا کی کمی ہے۔

دور حاضر میں ماڈرن تہذیب کے سامنے شرم وحیا کی روشنی ماند پڑتی جارہی ہے۔اس منحوس تہذیب نے محرم وغیر محرم کا فرق مٹا کر رکھ دیا ہے۔اسلام نے محرم وغیر محرم کا فرق بتا کر ہر ایک کے لیے ایک دائرہ متعین کر دیا ہے مگر اسکو ہم نے پس پشت ڈال کر اختلاط کا ماحول بنا دیا۔اب کیا شادیوں کی تقریبات، کیا مزارات، کیا بازار جس جگہ دیکھو بے تکلّف مرد وزن کا جم غفیر مل جائے گا ۔

بڑی تباہی اسکول کالجوں میں مخلوط تعلیم نے مچائی ہے۔اس طرح کی ڈریس چلائی جارہی ہیں جو آگ میں گھی کا کام کرتی ہیں۔اعضائے بدن میں بھی اسلام ایک سا حکم نہیں دیتا بلکہ مرد وعورت کتنا بدن کس کے سامنے کھول سکتے ہیں شریعت طاہرہ نے صاف بیان فرمایا۔ مگر آج تعلیمی اداروں نے اس فرق کو ختم کر دیا اب جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی ظاہر کرنا کوئی عیب نہیں ٹھیک اسی طرح زانوں تک پیر کو ننگا کرنے میں خواتین کو کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

غیروں کے ساتھ تنہائی میں رہنا کوئی عیب نہیں:

اسکو خوب خوب رائج کیا جارہا ہے کے مرد عورت تنہائی میں تنہا رہیں اگر کوئی سمجھائے تو ایک بے تکی دلیل دیتے ہیں کہ تم کو اپنی بیٹی پر یقین نہیں یا آپ غلط سمجھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ آپ اپنی لڑکی کو بد چلن

سمجھ رہے ہیں۔اب اگران سے پوچھا جائے کہ گھر سے باہر جاتے وقت تالے لگاتے ہو تو کیا آپکی نظر میں پوراگاؤں یاشہر چور ہے، آپکواپنوں پر یقین نہیں ہے، تو شیطان اخرس بن جاتے ہیں ۔

اس ماحول کی پیداوار ہے لوان ریلیشنشپ [live in relationship] کتنی بے غیر تی کی بات ہے کہ کسی لڑکی کا کسی غیر محرم کے ساتھ رہنا یا کسی لڑکے کا کسی لڑکی کے ساتھ رہنا۔ سوال تو یہ ہے کہ اس قدر ڈھٹائی اور بے غیرتی مسلم معاشرے میں کہاں سے آگئ؟ کیاانکے گھروں میں قرآن نہیں؟ کیا انکوابھی تک فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچا؟ کیاانکے علاقوں میں ابھی تک اسلام کی تبلیغ کرنے والے نہیں پہنچے؟ سب کچھ ملا، دیکھا، سنا، اور دیکھ کر گونگے، بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں۔

میڈیا بے حیائی پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہے:

آج ہر ہاتھ میں موبائل ہے لڑکے لڑکیوں کا اکثر وقت موبائل پر ہی گزر رہا ہے ایک چھوٹی عمر سے ہی حیاسوز مناظر دیکھ دیکھ کر بے حیائی اور بے شرمی اس تیزی سے پھیل رہی ہے کہ اب نہ چھوٹے کا لحاظ ہے نہ بڑے کا ادب سب کچھ غارت ہوتا جارہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ نسلِ نَو کی ایک تعداد شرم و حیا کے تصوّر سے بھی کوسوں دور دکھائی دیتی ہے۔ شرم و حیا کی چادر کو تار تار کرنے میں رہی سہی کسر انٹرنیٹ نے پوری کر دی ہے۔اس کے فوائد اپنی جگہ مگر بے حیائی اور بے شرمی کے فَروغ میں بھی انٹرنیٹ کا بڑا ہاتھ ہے۔

گھروں میں حیاکاماحول بنائیں :

1۔ماں باپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر حیا سوز مناظر کا مشاہدہ نہ کریں۔

2۔اپنے بچوں کو اسلام کے بتائے طریقہ کے مطابق محرم و غیر محرم کا فرق سمجھائیں۔

3۔لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں کو بچپن سے ہی درس دیں کہ اللہ نے انسان کو مثل جانور نہیں بنایا بلکہ انکے لئے ایک ضابطہ حیات بیان کیا ہے کہ اسکے مطابق زندگی گزاریں۔

4۔بچوں کے اندر اس بات کو راسخ کریں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اس دنیا میں کئے گئے کاموں کا حساب بھی دینا ہے۔

5۔اپنے بچوں اور بچیوں کو ضرور بتائیں کے تعلیم اور چیز ہے اور بے حیائ اور چیز ہے۔بے حیائ کا تعلیم سے دور دور تک کوئ تعلق نہیں اور نہ بے حیا کا تعلیم سے کوئ تعلق ہے۔اگر بے حیائ سے تعلیم کا کوئی تعلق ہوتا تو ناچ گانے گلی کوچوں میں نہ پھرتے بلکہ بڑی ڈگریوں والے ہوتے۔

6۔خوشی کے موقعوں پر عام طور سے اسکول کالجوں میں لڑکے اور لڑکیوں کو ساتھ میں نچایا جاتا ہے دھیان رہے اسلام میں اس حیا کے پردوں کو چاک کر دینے والے طریقوں کی کوئی جگہ نہیں ہے ماں پر لازم ہے کہ اس طرح کی بے ہودگی سے اپنے بچوں کو دور رکھے۔

7۔شادی ہو یا کوئی اور تقریب اپنے بچوں کو حیا کا لباس ہی پہنائیں۔

یہ کچھ تدابیر ہیں اگر عمل کریں تو ان شاءاللہ گھر میں ایک پاکیزہ ماحول بن جائے گا۔

باقی یاد رکھیں فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

ہر ایک سے اسکی رعایہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

بھگوالوٹریپ کیا ہے؟

: محمد حسان رضارا عینی

بھگوالوٹریپ، شاید ابھی بھی اس نام سے اکثر لوگ واقف نہیں ہوں، تو ان کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے ہم بتاناچاہتے ہیں کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ مسلم بہنوں، بیٹیوں کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر اُن کی عصمت دری کرکے ،اُن کے ایمان کو برباد کرکے ،انہیں ذلت وخواری کا داغ لگا کر، زندہ درگور کرنے کی ایک خطرناک سازش ہے اسمیں ہزاروں خواتین ملبس ہو کر اپنی عزت گنوا چکیں اور مرتد ہوچکیں اور سیکڑوں کو موت کی نیند سلادیا گیا۔

اس خطرناک مہم کو چلانے والے ایک مخصوص تنظیم کے افراد ہیں جن کا موجودہ حکومت میں بھی ایک خاص حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مہم کو چلانے میں انہیں حکومتی سپورٹ بھی حاصل ہو گی جس سے وہ کھلے عام اس کا پرچار کررہے ہیں صرف پرچار ہی نہیں بلکہ جو غیر مسلم شخص بھی کسی مسلم خواتین کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر اس کا دھرم تبدیل کرا کر اس سے شادی کرے گا اس کے رہنے سہنے کا انتظام اور خاص رقم دینے کا ذمہ بھی اسی تنظیم کے سر پر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ غیر مسلم نوجوانوں کو اس مشن کے لیے ٹریننگ دی جارہی ہے انہیں چند اردو کے الفاظ رٹا کر ان کے ذریعہ مسلم لڑکیوں کو ٹارگٹ کیا جاتا ہے۔ انسٹا گرام پر فیک اکاؤنٹ بنا کر مسلم لڑکیوں سے دوستی کرنا عام بات ہے۔ اسکول، کالج ،یونیورسٹیز، کوچنگ، آفسس، کمپیوٹر سینٹر ہر جگہ اس مہم سے منسلک بندے موجود ہیں جو ایک

پلاننگ کے تحت کام کر رہے ہیں ہمارے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم اس کو نارمل نارمل کہہ کر ابھی تک غفلت میں ہیں سوتے رہے ادھر عزتیں نیلام ہوتی رہیں۔

اسکول، کالج، کوچنگ اور یونیورسٹیز کا حال یہ ہے کہ کپل گول[Couple goal] کو پرموٹ کیا جاتا ہے۔ فیرویل پارٹی[Farewell Parties] کے نام پر مسلم لڑکیوں کا غیر مسلموں کے ساتھ ڈانس کرنا، Ramp walk کرنا عام ہوتا جارہا ہے۔ یہ تمام پلاننگ اسی بھگوا لوٹریپ کے تحت ہی ہو رہی ہے۔ مگر نہ ہماری بہنوں کو کوئی خبر، اور نہ ان کے والدین کو کوئی فکر۔

موبائل نمبر کا Exchange ہونا، انسٹا گرام اور واٹس ایپ پر دن رات چیٹنگ[chatting] ہونا، پھر اس سے اگلا مرحلہ sexual harassment کا آتا ہے۔ پھر چیٹنگ کے ذریعے وہ باتیں بھی ہوتی ہے جن کو زبان پر لانا بھی آپ گوارا نہیں کریں گے۔ اس کے بعد Photos Exchange، Video Calls پر بات چیت، اس سے اگلا مرحلہ physically meetings کا ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہوٹلز، پارک، ریسٹورنٹس، کینٹین وغیرہ جیسی جگھوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس میں Oyo Hotel کا نام سرفہرست ہے جس کی خبریں آئے دن اخباروں کی زینت بن رہیں ہیں۔ اس مرحلے میں عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ اس کے بعد مسلم لڑکی کا اپنی چھوٹی محبت کی خاطر اپنے دین حق سے اعراض کرنا اور مرتد ہو کر ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کرنا یہ پوری کہانی ہے۔ بھگوا لوٹریپ اتنی خطرناک سازش ہے اگر ہم نے ابھی سے اس کی روک تھام کے لیے غور وفکر نہ کیا تو آنے والی نسلیں بربادی کے دہانے پر کھڑی ہوں گی۔

اس خطرناک سازش کی شکار بعض خواتین کا انجام ہم آپ کے سامنے نے پیش کر رہے ہیں جس سے ہماری بہنیں عبرت حاصل کریں۔

1۔دنیش نام کے ایک شخص نے 2016 میں روبینہ نام کی لڑکی کو محبت کے جال میں پھنسا کر اس کا دھرم تبدیل کراکے اس سے شادی کی۔ دونوں کرنال کے رہنے والے تھے شادی کے بعد بھاگ کر ہریانہ کے ریواڑی میں رہنے لگے چار سال کے بعد دنیش، روبینہ اور چار سال کی بیٹی کا قتل کر کے وہاں سے فرار ہو گیا۔

2۔ مدھیہ پردیش کے چھندواڑا میں سدھارتھ نام کے ایک شخص نے رضوانہ نام کی ایک لڑکی کو لو ٹریپ میں پھنسا کر، اسکا دھرم تبدیل کرا کر اس سے شادی کی پھر ایک دن اس کا گلا گھونٹ کر مار دیا۔

3۔ دہلی میں گلشانہ نامی ایک لڑکی ایک غیر مسلم شخص جس کا نام راہول تھا، کے ساتھ لوان ریلیشنشپ Live in Relationship میں رہتی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا 2 سال کا بچہ بھی تھا۔ راہول نے گلشانہ کو گلا دبا کر مار دیا، اور نو گھنٹے تک اسی لاش کے ساتھ کمرے میں سوتا رہا۔

4۔ مرادآباد کے مغلپورہ کی ثنا نام کی ایک لڑکی جو کہ شادی شدہ تھی اس کا تعلق اجے دواکر نام کے ایک شخص سے ہو گیا۔ ثنا نے طلاق لے کر دھرم تبدیل کیا اور اجے سے شادی کر لی اور دونوں کرائے کے مکان میں رہنے لگے، کچھ دن بعد ثنا جو اب سونم ہو چکی تھی اس کی لاش مکان کے ایک کمرے میں ایک پنکھے سے لٹکی ہوئی ملی۔

5۔ دہلی کے بھارت نگر علاقے میں جے جے کالونی میں مکان کی تیسری منزل پر پولیس کو ایک لاش ملی پتہ لگا یہ لاش سلمہ نام کی ایک مسلم لڑکی کی ہے جس کو روہت نام کے ایک شخص نے محبت کے جال میں پھنسایا، پھر اس کو نو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

6۔ بلاسپور شہر کی رہنے والی ایک لڑکی عالیہ خان نیٹ کی کوچنگ کرنے راجستھان کے کوٹا گئی اور وہاں ایک ہاسٹل میں رہنے لگی۔ کچھ دن بعد وہ ہاسٹل سے غائب ملی، اس کے بعد پولیس نے اس کی لاش کو ایک جنگل میں پایا۔ معاملے کی جانچ کے بعد پتہ چلا کہ اس کی انسٹا گرام کے ذریعے کشن راٹھور نام کے ایک شخص سے دوستی ہوئی تھی، کچھ دن بات چیت چلنے کے بعد وہ شخص لڑکی سے ملنے راجستھان آیا اور ایک جنگل میں لے جا کر اس کا قتل کر دیا۔

یہاں ہم نے مختصر طور سے مسلم لڑکیوں کے قتل کے معاملات ذکر کئے۔ اسی طرح سے سیکڑوں معاملات ہوئے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں؟ جانے کتنی موت کے گھاٹ اتر چکیں اور جو ابھی زندہ ہیں ان کے ساتھ عصمت دری کے معاملات مسلسل چل رہے ہیں۔

مگر کوئی اس طرف نظر نہیں کر رہا سب اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ رہے ہیں لیکن اس کی روک تھام کے لیے کوئی مثبت اقدام نہیں کیے جا رہے ہیں۔ جب معاملہ بگڑ جاتا ہے تو روتے پیٹتے ہیں، ہائے یہ کیا ہو گیا! ہمیں اس کی خبر تک نہ ہوئی ہمارے آنکھوں کے سامنے ہماری بیٹی، بہن کسی غیر کے ساتھ چلی گئی! کاش کہ ہم نے ابتدا ہی سے اس فتنہ کی روک تھام کے لیے کام کیا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنے کو نہیں ملتے۔

بھگوالوٹریپ مسلمان بچیوں کے لیےایک بہت بڑافتنہ ہےاس سے آگاہ ہونااور آگاہ کرناہر مسلمان کے لئے ضروری ہے خاص کر ہمارے مسلم نوجوان جن کو مسلم بہنوں کا محافظ بنا کر اللہ نے پیدا فرمایاان کا کردار یہاں سب سے زیادہ اہم ہونا چاہیے مسلم نوجوان ہر شعبے میں اپنی مسلم بہنوں کی عزت کی حفاظت کے لیے ہمیشہ تیار رہیں،ان کے ساتھ محبت سے پیش آئیں،خود بھی دیندار ہو جائیں اور انہیں بھی دین کادرس دیں۔ان کے کاموں میں معاون بنیں تاکہ ان کادھیان کسی غیر کی طرف نہ جائے اور اس خطرناک فتنے سے بچ جائیں۔

غیر مسلم لڑکیوں سے دوستی:

بھگوالوٹریپ کے اکثر معاملات میں دیکھنے کو یہ مل رہاہے کہ مسلم لڑکی جب کسی کالج یایونیورسٹی میں ایڈمیشن لیتی ہے تواس کی سب سے پہلے دوستی غیر مسلم لڑکیوں سے ہوتی ہے۔اب اگر کوئی غیر مسلم لڑکا کسی مسلم لڑکی کواپنی محبت کے جال میں پھنسانا چاہتاہے تو وہ انہیں غیر مسلم لڑکیوں کا سہارا لیتا ہے اور مسلم لڑکی سے قریب ہو جاتاہے۔ وہ غیر مسلم لڑکیاں اس مسلم لڑکی کو لڑکے سے جھوٹی محبت کرنے کے لئے Emotionally Blackmail کرتی ہیں۔اور دھیرے دھیرے یہ معاملہ گفٹ gift دینےسے لے کر Oyo hotel میں physical ہونے تک جاتاہےاور آگے عصمت دری کے معاملات چلتے رہتے ہیں۔ مطلب ایک مسلم بچی صنف نازک حیوانوں کے بیچ پھنس کر ایک زندہ لاش بن جاتی ہے جس کی کوئی بھی خبر والدین کو نہیں ہوتی۔

ایک علاج:

اس کے اسباب پر اگر نظر کی جائے تو وہ بہت سارے ہیں اور اسکے علاج بھی کافی ہو سکتے ہیں میں صرف ایک چیز یہاں ذکر کرتا ہوں وہ یہ کہ کچھ چیزوں کی نفرت ہمارے ضمیر میں بچپن سے ہی ڈال دی گئی ہے انہیں میں سے ایک خنزیر کا گوشت ہے، کوئی مسلمان کتنا بھی اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہو مگر وہ اس سے نفرت ہی کرتا ہے اور اس کو ہاتھ لگانا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ مگر کفر و شرک جو خنزیر کے گوشت سے بھی بدتر ہے، سے ہمارے ضمیر میں وہ نفرت نہیں پائی جارہی ہے جیسی ہونا چاہیے۔ اگر نفرت ہوتی تو کبھی بھی مسلم لڑکیاں شرک و کفر کو اختیار نہ کرتیں اور اس کے ماننے والوں کی طرف نظر التفات نہ کرتیں۔ اس لیے ضروری اور اشد ضروری ہے کہ پہلا کام یہ کریں کہ اپنی اولاد کو اسلام کی محبت اور کفر سے نفرت کا درس ضرور دیں۔ کفر کی ہلاکتوں کے بارے میں بتائیں اور اسلام کے پاکیزہ نظام انہیں سمجھائیں، تبھی تبدیلی آسکتی ہے ورنہ اگر ایسے ہی سوتے رہے تو کل ہماری آنکھوں کے سامنے اسی مہم کے گنڈے ہماری بہن بیٹیوں کی عزت تارتار کرتے ہوں گے اور ہم کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔ **العیاذ باللہ**۔ اس لئے ہوش کے ناخن لیں۔ اپنے گھر کے اندر حیا پیدا کریں۔ اپنی بیٹیوں کا پورا خیال رکھیں۔ ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ خولہ بنت ازور کی سیرت پر عمل پیرا ہو جائیں تاکہ کوئی گنڈا ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ انہیں ہر اعتبار سے طاقتور بنائیں۔ کسی بھی راز کو وہ اپنے والدین سے نہ چھپائیں ایسی جرأت ان کے اندر پیدا ہونا چاہیے۔ مسلم لڑکی کی سب سے بڑی طاقت اسکی حیا ہے۔ اگر ہماری بہنوں میں انقلاب آجائے تو بہت جلد اس فتنے سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

اس فتنے کی سرکوبی کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں سب کا کام کرنے کا الگ الگ انداز ہے۔ کوئی انفرادی طور پر کام کر رہا ہے اور کوئی اجتماعی طور پر، تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی 2022 کے اوائل سے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے کام کرنا شروع کیا اور ایک کتابچہ بنام **"بنت حوا ارتداد کے دہانے پر"** تحریک کے تحت شائع کیا گیا جس کی 27 ہزار کاپیز ہندوستان کے کئی صوبوں, اضلاع, شہر, دیہات میں تقسیم ہو چکی ہیں، اللہ مزید اس مہم کو آگے بڑھائے۔ اور جو بھی لوگ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے اس مہم میں سرگرداں ہیں سب کو ہمت عطا فرمائے اور خاص طور سے ہماری بہن بیٹیوں کے دین اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

سلاسل میں بٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے؟

:عبد مصطفی

محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی

یہ کیسی تقسیم ہے؟

سلاسل کے معنی تو جوڑنے کے ہیں پھر یہاں تقسیم کی بات کہاں سے آ گئی؟ اگر ہم مانتے ہیں کہ یہ سلاسل اہل سنت میں ہیں تو پھر ہم بٹے ہوئے کیوں ہیں؟ سلاسل کی وجہ سے اہل سنت کا بٹوارہ ہو رہا ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سلاسل کے نام پر من مانی ہو رہی ہے۔ اصولوں کو فراموش کر کے کام کیا جا رہا ہے، جبھی تو نتائج ایسے ہیں۔ کام ٹھیک سے کیا جاتا تو سنیوں کے درمیان اتحاد ہوتا مگر حال یہ ہے کہ کام بٹوارے کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ جس چیز سے اتحاد ہونا چاہیے تھا، اس سے انتشار ہو رہا ہے تو پھر ہمیں سوچنا چاہیے کہ آخر یہ کیسے ہو رہا ہے اور آخر یہ کیسی تقسیم ہے؟

ان اختلافات نے ہماری کمر توڑ ڈالی:

ایک تقسیم تو امت مسلمہ میں فرقوں کی شکل میں ہوئی۔ لوگوں نے اہل سنت کے بنیادی عقیدوں سے ہٹ کر عقیدے بنائے اور اس طرح کئی فرقے وجود میں آ گئے۔ اس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ ان فرقوں نے اپنے باطل نظریات کو خوب عام کرنا شروع کیا اور اس سے اہل سنت کے لیے جنگ

کے کئی محاذ کھل گئے۔ یہ جنگیں جاری ہی تھیں کہ اب اہل سنت کے اندر سلاسل کے نام پر بٹوارہ شروع ہو گیا! اہل سنت کو جو چیلنجز در پیش تھے وہی کم نہیں تھے کہ اب اندرونی معاملات میں لڑائی جھگڑوں کا آغاز ہو گیا۔ ان اختلافات نے ہماری کمر توڑ ڈالی ہے۔ ایک ایسی فضا قائم ہو گئی ہے کہ جدھر نظر کریں، ادھر مخالفت ہے۔ اگر کوئی بڑا کام ہو رہا ہوتا ہے تو ان اختلافات کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ اگر کام کسی طرح شروع بھی ہو جائے تو یہ آپس کی نفرتیں اسے تکمیل تک پہنچنے نہیں دیتی۔ ایک دوسرے سے لڑنے میں جو وقت برباد کیا جا رہا ہے وہ وقت واپس نہیں ملنے والا اور اسی وقت کا فائدہ اٹھانے والے، بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہم نے آپس میں یہ سلسلہ شروع کر کے غیروں کو موقع فراہم کیا ہے۔ ہمارے اندر کی یہ کمزوری ہمیں پستی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اب ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ٹوٹی ہوئی کمر کو مزید ٹوٹنے سے بچائیں اور اسے تقویت پہنچانے کے لیے اخلاص کے ساتھ کام کریں۔

مجرم کسے کہیں؟ :

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آخر کون کون اہل سنت کو بانٹنے کے سنگین جرم میں شامل ہے۔ جب ان کی پہچان ہو گی تبھی ان سے بچا جا سکتا ہے ورنہ ممکن ہے کہ ہم بھی مجرموں میں شامل ہو جائیں۔ مجرموں کی فہرست تو لمبی ہے لہذا ہم یہاں "بڑے مجرموں" کا ذکر کریں گے کہ انھوں نے ہی باقی چھوٹے مجرموں کو جنم دیا ہے۔ سب سے بڑے مجرم وہ ہیں جنھیں منصب ملا اور انھوں نے اس کا غلط استعمال کیا۔ ایک صاحب منصب کے ایسا کرنے سے بہت فرق پڑتا ہے۔ اس میں دنیادار علما، پیر صاحبان اور

سیاسی قیادت کرنے والے افراد سب شامل ہیں۔انھوں نے اپنے منصب پر ظلم کر کے اہل سنت کو علمی، فکری اور معاشی طور پر بھی کمزور کیا ہے۔

دنیادار علما:

ایک عالم لوگوں کے لیے مثال ہوتا ہے کہ جس کے طریقے کو اپنایا جائے لیکن اگر یہی خلاف شرع کام کریں گے تو کیا ہوگا؟ حقیقتاً دیکھا جائے تو یہ عالم ہوتے بھی نہیں، بس لوگوں کی نظروں میں عالم بنے پھرتے ہیں۔ ایسے دنیادار لوگوں کی وجہ سے اہل سنت میں بہت انتشار بڑھا ہے۔ یہ لوگ پہلی بات تو جاہل ہوتے ہیں اور اوپر سے انھیں ایسا منصب بھی دے دیا جاتا ہے کہ عوام انھی کی سنتی ہے اور ان کے مقابلے میں علمائے کرام کی جلدی سنتی بھی نہیں۔

ہمارے مدارس کا حال بھی ایک الگ عنوان ہے۔ بس رسم ادا کی جارہی ہے۔ فارغ التحصیل حضرات ہوں یا وہ جنھوں نے فراغت ملنے سے پہلے خود کو فارغ کر لیا، دونوں کا حال ایک جیسا نظر آرہا ہے۔اپنے نام کے ساتھ "علامہ، فہامہ" تو شوق سے لگاتے ہیں لیکن کسی کام کے نہیں ہیں، الٹا کام بڑھاتے ہیں اور اہل سنت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ان کی حقیقت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ایسوں کو اچھی طرح جان لیں اور ان سے دور ہو کر حقیقی علما کی طرف رجوع کریں اور جب ایسا ہو گا تو اتحاد یقینی ہوتا جائے گا۔ آج جو اختلافات اہل سنت کے مابین ایسی صورت اختیار کر چکے ہیں تو اس میں ایسے دنیادار علما کا بہت اہم کردار ہے۔انھوں نے فقط اپنے فائدے کے لیے اور اپنی آرام کی زندگی کے لیے سنیوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ہم ایسے دنیادار علما کے بارے میں تھوڑا اور لکھیں گے تاکہ بات مزید واضح ہو سکے۔

مدارس سے فراغت حاصل کرنے والے کہیں نہ کہیں کسی دینی منصب پر فائز ہو جاتے ہیں لیکن اس کا حق ادا نہیں کر پاتے۔ مساجد میں امامت کرنے والے اکثر کا حال دیکھیں اور بتائیں کہ ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے بہتری کی کتنی امید کی جاسکتی ہے؟ انھیں ٹھیک سے نماز پڑھانی نہیں آتی، دوسرے علمی اور تحقیقی مسائل تو بہت دور کی بات ہے۔ ایسے لوگ جمعہ جمعہ اور پھر محافل میلاد کے نام پر آئے دن تقریر کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور جن موضوعات پر کلام کرنے کی سخت ضرورت ہے، ان سے کوسوں دور اپنی دھن میں بیان کر کے کسی طرح وقت گزارتے ہیں اور زبردستی کی واہ واہی کے ساتھ پیسے لوٹ کر نکل لیتے ہیں۔ بیچاری قوم جو کہ علم کی پیاسی تو ہے لیکن ان کی پیاس بجھانے والے اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ اب ایسی عوام کو جنھیں ہم نے کورا چھوڑ دیا ہے، وہ کب تک کورا رہے گی؟ کبھی بھی کوئی آ کر اس پر کچھ بھی لکھ دے گا اور پھر بعد میں اس کا تدارک مشکل ہوگا۔ اگر خواص اور عوام کی یہ حالت ہوگی تو سلاسل کے نام پر ہی نہیں بلکہ کسی بھی نام کو آڑ بنا کر کوئی بھی اپنا مطلب پورا کر کے نکل جائے گا۔

مساجد کے ائمہ اگر اچھے ہوں اور اپنے علاقے کی ضرورت کو سمجھ کر کام کریں تو پھر کون ہے جو وہاں آ کر سلاسل کے نام پر انتشار پھیلانے میں کامیاب ہوگا؟ اگر خطرے سے پہلے ہی آگاہ کر دیا جائے تو کئی لوگوں کو خطرے سے بچایا جا سکتا ہے لیکن یہ آگاہ کریں بھی تو کیسے، انھیں خود کی خبر نہیں ہے۔ ایک عالم تو فتنے کے آتے ہی اسے پہچان لیتا ہے اور جاہلوں کو تب پتا چلتا ہے جب وہ جا رہا ہوتا ہے۔ ایسے ہی نہ جانے کتنے فتنے آتے ہیں اور ہمارے سنیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں لیکن منصب پر فائز یہ حضرات وہی رٹا مارتے رہتے ہیں جو انھیں بارہ مہینے کے لیے سکھا دیا گیا ہے۔

اچھا یہ لوگ جہاں سے آئے ہیں ادھر چلتے ہیں یعنی مدارس اسلامیہ کہ جہاں علما تیار کیے جاتے ہیں، دستار اور سند دی جاتی ہے۔ جب ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ وہاں بھی کمیاں ہی کمیاں ہیں، کوتاہیاں اور لاپرواہی واضح نظر آتی ہیں۔ فقط سند دے دینا اور درس نظامی میں موجود کتابوں کو پڑھا دینا ہی مدارس کا کام نہیں ہے۔ مدارس میں افکار کی تعمیر ہونی چاہیے جو کہ اصل ہے۔ اگر افکار نہیں تو محض رٹی ہوئی کتابوں سے سالانہ امتحان میں ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، اور اس سے آگے کچھ دکھائی بھی نہیں دے گا کیوں کہ افکار تو ایک رسم کو ادا کرنے تک ہی محدود رہ گئے۔ جب مدارس سے ایسے لوگ باہر آئیں گے عوام اہل سنت کی رہنمائی کرنے کے لیے تو کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ موجودہ حالات ہمارے سامنے ہیں۔ ایسی حالت میں سلاسل کے نام پر بٹوارہ ہونے سے کون روکے گا؟ کیا یہ اہل منصب اس فریضے کو انجام دے پائیں گے؟ بالکل نہیں دے پائیں گے بلکہ اس بٹوارے میں جہالت کے سبب اپنا حصہ بھی شامل کر بیٹھیں گے۔ اسی طرح وہ پیر صاحبان اور سیاسی قائدین جن کے افکار میں فقط دنیاداری ہے تو کیا وہ مسلمانوں کو ایسے بٹنے سے بچا پائیں گے؟ بلکہ الٹا وہ بھی اپنے فائدے کے لیے قوم کو اور بانٹ دیں گے۔ اور یہ بالکل ظاہر بھی ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا سیاست میں آنے والے مسلمانوں کے کیا حالات ہیں اور وہ قوم کو کس قدر بانٹنے کا کام کر رہے ہیں۔ یہ سب کے سب مجرم ہیں۔ ان کے جرموں کو گنواتے گنواتے عمر گزر جائے گی پر مکمل بیان نہ ہو پائے گا۔ آج جو حالات ایسے ہیں تو وہ یوں ہی نہیں، بہت غلطیاں ہوئی ہیں تو ان حالات کو ہم پہنچے ہیں۔ ان مجرموں میں ایک اور نام شامل ہے اور وہ ہے "تنظیموں کا"، جی ہاں، تنظیمیں بھی اس میں شامل ہیں۔

تنظیموں سے دین کا نقصان:

ہم کچھ ایسی باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جن پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا۔ سب یہ تو سمجھتے ہی ہیں کہ اہل سنت میں جو ہر دن دس بیس تنظیمیں بن رہی ہیں، ان سے سنیت کو فائدہ پہنچ رہا ہے لیکن ہم تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ تنظیموں نے دین کا کام کیا ہے لیکن پہلے تنظیم کا کام کیا ہے۔ اس جملے پر غور کریں۔ دین کا کام یا تنظیم کا کام؟ اگر دین کا کام ہی کرنا ہے تو کسی بھی تنظیم کے لیے کیا جا سکتا ہے لیکن "اپنی تنظیم" کا ہی کام کرنا کیسا دین کا کام ہے؟ کیا ہم غلط کہہ رہے ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ ایک تنظیم سے جڑنے کے بعد بندہ اسی کا پابند ہو کر رہ جاتا ہے؟ کیا تنظیموں کو چلانے والے ایسے اصول نہیں بنا رہے ہیں کہ صرف ہماری تنظیم کے لیے اور ہمارے طریقے کے مطابق ہی کام کیا جائے ورنہ آپ اس تنظیم میں کام نہیں کر سکتے۔ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ اختلافی مسائل میں بھی ان تنظیموں نے یہی رویہ اپنایا کہ جو بانی تنظیم کا موقف ہے وہی ہر رکن کا ہو ورنہ اس کی یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔ جنھوں نے اختلاف کرنے کی کوشش کی انھیں دھکے دے کر نکالنے کا کام ان تنظیموں نے کیا ہے۔

دین مگر تنظیمی شکل میں، تنظیمی رنگ میں:

ان تنظیموں نے دین کو تو پیش کیا اس میں کوئی شک نہیں لیکن ایک تنظیمی رنگ میں اور ایک تنظیمی شکل دے کر جس سے ایسا تاثر ملنے لگا کہ یہ ایک الگ گروہ ہے اور اس کے خلاف کرنے والے الگ اور اس الگ الگ کے چکر میں سب کچھ الگ ہونا شروع ہو گیا۔ اب حال یہ ہو گیا کہ بندہ اللہ اور اس کے رسول

کے خلاف سن کر اتنا جذباتی نہیں ہوتا جتنا اپنی تنظیم کے خلاف سن کر ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں ہو سکتا ہے کئی لوگوں کو بری لگیں لیکن کبھی اس پر غور ضرور کریں۔ تنظیموں کا کام یہ نہیں تھا کہ وہ اہل سنت کے اندر گروہ بنا کر بٹوارہ کرے لیکن ایسا ہوا اور اتنا تک ہوا کہ کپڑے الگ ہوئے، بول چال کا طریقہ الگ ہوا، کام کرنے کا طریقہ الگ ہوا، شہروں کو خاص کر کے پہچان بنائی جانے لگی اور سب سے بڑی بات کہ لوگوں کی عقیدت کو غلط راستہ دکھا کر ان کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا۔ دور حاضر کے ایک بہت بڑے محقق عالم دین سے یہ جملہ سنا کہ "یہ تنظیمیں بنانا چودھویں صدی کی بدعت ہے" پھر آگے انھوں نے بتایا کہ بزرگوں نے اس طرح کام نہیں کیا، وہ اہل سنت کے لیے کام کرتے تھے اور پھر یہ بھی کہ اگرچہ یہ بری بدعت نہیں کہ مطلقاً اسے مذموم قرار دیا جائے لیکن جو باتیں تنظیموں میں، ان کے نظام میں آگئی ہیں وہ ضرور مذمت کے قابل ہیں۔

سلاسل اور تنظیم :

سلاسل ہوں، تنظیمیں ہوں، یا دوسرے مسائل ہوں کہ جن کی وجہ سے اہل سنت میں بٹوارے جیسی صورت بن رہی ہے تو سب مسائل ایک ہی موضوع کے تحت آتے ہیں اور ہم اسی موضوع پر کلام کر رہے ہیں۔ ان سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ سلاسل یعنی طریقت اور ایک سنی نے جس کو پیر بنایا تو اس کی اپنی ایک تنظیم بھی ہے جس سے جڑنا اس پر گویا فرض ہے تو یہاں واضح تعلق ہے پھر اگر تنظیم نہیں بھی ہے تو سلسلہ ہے ہی گروہ بندی کر کے بٹوارہ کرنے کے لیے۔

ایک اہم وضاحت :

خیال رہے کہ یہ باتیں عمومی طور پر کی جارہی ہیں اور کسی ایک دو کو ٹارگٹ نہیں کیا گیا ہے لہذا اپنے من سے اسے ادھر ادھر چسپاں نہ کرتے ہوئے انصاف سے کام لیا جائے اور جو واقعی ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو پھر اس عموم کا اطلاق وہاں بھی ہوگا۔

حالات پیر صاحبان:

پیر صاحبان کے حالات کا کیا کہنا، ان کی تو بات ہی نرالی ہے۔ سلاسل کے نام پر جو تقسیم ہوئی ہے اس میں ان کے کردار کی بھلا کیسے نفی کی جاسکتی ہے، یہ تو مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں۔ انھیں عوام کی اصل حالت کی خبر نہیں یا جان کر انجان بنتے ہیں پتا نہیں۔ عوام کو کس چیز کی ضرورت ہے، ان کے درمیان کن موضوعات پر بات کرنی ہے یہ سب باتیں ایک طرف، انھیں بس نعرے لگانے ہیں اور فروعی اختلافی مسائل پر لوگوں کو بھڑکانا ہے۔ اگر کسی سے ان کا اختلاف ہے تو اس انداز سے اس کا رد کرتے ہیں کہ مانو وہ اسلام سے ہی خارج ہو گیا۔ ہمارے علاقے میں ہی ایسا ہوا کہ عوام پہلے اچھی خاصی زندگی بسر کر رہی تھی لیکن ایک دو بار سالانہ جلسوں میں ایسے ہی پیر صاحبان کو دعوت دے دی گئی اور انھوں نے آکر ایسا بیان دیا کہ اتحاد چور چور ہو گیا۔ آپسی اختلافات سنیوں کے درمیان اتنے بڑھ گئے کہ ایک دوسرے کو اپنی مسجدوں سے بھگانے تک لگے! یہ تقسیم آخر کیوں ہوئی؟ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس میں پیر صاحبان کا ہاتھ ہے ورنہ عوام اہل سنت تو متحد ہے۔

پیر صاحبان کے جذباتی بیانات:

یہ پیر حضرات جلسوں میں جاتے ہیں اور ان کی آمد کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ جس جلسے میں تین چار لاکھ کا خرچ ہونا ہوتا ہے تو ان کی تشریف آوری کے نام پر وہ خرچ اور بڑھ جاتا ہے، اس کے بعد جب یہ جلسے کے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو بیان کے نام پر نفرتیں پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ بھولی بھالی عوام نے لاکھوں روپے کیا صرف اسی لیے خرچ کیے تھے کہ آپ سنیوں کا ہی رد کریں؟ اور وہ بھی اس انداز میں کہ لوگ ترجیحات کو مکمل ترک کر کے انھی چیزوں میں لگ جائیں؟ ان پیر صاحبان کو ان باتوں کی بالکل فکر نہیں ہے، انھیں بس اپنے جذبات سے مطلب ہے۔ جو انھیں اچھا لگتا ہے وہ یہ کرتے ہیں، عوام کے لیے اچھا کیا ہے وہ انھیں سوچنے کی فرصت نہیں۔ جب تک پیر صاحبان ایسے بیانات کریں گے، ممکن ہی نہیں کہ اہل سنت میں اتحاد ہو جائے۔ عوام کے نزدیک پیر صاحبان کا وہ مرتبہ ہے کہ جو بات انھوں نے ارشاد فرمادی گویا وہ پتھر کی لکیر ہے اور اس کے مقابلے میں دنیا بھر کے علما بھی آجائیں تو انھیں فرق نہیں پڑتا۔ اب سوچیں کہ جب عوام اہل سنت کے دلوں میں پیر صاحبان کے کہنے پر کیا کیا ہو سکتا ہے۔ ایک پیر صاحب نے اگر ایک جلسے میں کسی سنی تنظیم کا رد کر دیا تو عوام اہل سنت کسی عالم کی بات نہیں سنتی، کوئی عالم انھیں بتانے کی کوشش کرے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ کیا تم پیر صاحب سے زیادہ جانتے ہو؟ ان ساری باتوں کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ ان کے کچھ بولنے سے بہت فرق پڑتا ہے اور اتنا فرق پڑتا ہے کہ جو آگ یہ لگا دیتے ہیں اسے بجھانا ایک عرصے تک کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اب پھر ہم اپنے سوال کو دہرائیں کہ سلاسل میں بٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے تو جواب یہ بھی ہوگا کہ جب تک اس طرح بیان بازی ہوگی اور یہ کرنے والے خود پیر صاحبان ہوں گے تو ایک ہونا بہت مشکل ہے۔

اکابرین نے دین کا کام کیسے کیا؟ :

اکابرین اہل سنت نے اصلا کوئی تنظیم نہیں بنائی اور کچھ تنظیموں کی بنیاد رکھی بھی تو مروجہ تنظیموں سے وہ بالکل الگ تھی، وہاں ایسی تقسیم یا گروہ بندی والا معاملہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دین کا کام زبردست انداز میں کیا اور ان میں انفرادیت تھی۔ ایسی انفرادیت کہ جو جامع تھی۔ آج کل جو اجتماعیت ہے اس میں وہ انفرادیت ہے کہ صف اہل سنت میں ہر ایک کو منفرد کرتی جا رہی ہے۔

پھر اسی کی ضرورت ہے:

آج بھی ضرورت ہے کہ اکابرین کا طریقہ اپنایا جائے۔ اگر ہم اس کے مطابق کام کریں گے تو اختلافات کی گنجائش بہت کم رہے گی اور جو اختلافات ہوں گے وہ بھی طریقے سے ہوں گے۔ وہ نفرتوں کا سبب نہیں بنیں گے۔ اگر بن بھی جاتے ہیں تو زیادہ دیر تک نہیں ٹکنے والے۔ اس کو مزید واضح کرنے کے لیے میں "ٹیم عبد مصطفی آفیشل" کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ یہ نام پہلی بار سن رہے ہیں تو عرض کر دوں کہ یہ راقم الحروف کی تنظیم ہے جو اصلاً تنظیم ہے ہی نہیں۔ جی ہاں، یہ مجازی طور پر ایک تنظیم ہے لیکن اصل میں یہ بس ایک کام کرنے والوں کی ٹیم ہے۔ ہم یہاں اس کی مثال سمجھانے کے لیے پیش کر رہے ہیں، اس کی تعریف کے لیے نہیں۔ بلاشبہ ایسی اور بھی تنظیمیں ہیں جنھیں بس تنظیم شناختی طور پر کہا جا سکتا ہے۔ اب ہمارا طریقہ کیا ہے وہ دیکھیں اور فرق کو محسوس کریں۔ سب سے پہلے تو ہم اپنی تنظیم میں لوگوں کو شامل کرنے اور نکالنے کا کام نہیں کرتے یعنی یہاں ایسے اصولوں کی لمبی چوڑی فہرست نہیں ہے کہ ہماری تنظیم میں آنے کے لیے یہ، یہ اور یہ کرنا ہو گا اور اگر یہ، یہ اور یہ کیا تو

ہم آپ کو تنظیم سے نکال دیں گے، ایسا کرنے والے آغاز میں ہی کام شروع کرنے سے پہلے گروہ بندی شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس معاملہ کچھ ایسا ہے کہ آنے والے کے لیے بستر حاضر اور جانے والے کے لیے راستہ…

تنظیموں کا معاملہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کام کرنے کا مطلب ہے کہ آپ کو انھی کے ساتھ کام کرنا ہوگا، آپ کسی دوسری تنظیم کے لیے کام نہیں کر سکتے اور اگر کیا تو فوری طور پر آپ کو تنظیم سے نکال دیا جائے گا۔ اب ہم کس طرح کام کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں، ہمارے پاس کوئی بھی سنی آکر کام کر سکتا ہے، جتنا اور جب چاہے کر سکتا ہے۔ اس بات سے آپ اندازہ لگائیں کہ ہماری ٹیم میں جتنے لوگ کام کرنے والے ہیں سب کسی نہ کسی تنظیم کے ممبر ہیں اور تو اور کئی ایسے بھی ہیں کہ جو خود تنظیم، مدارس اور ادارے وغیرہ چلاتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ہماری ٹیم کے ممبر ہیں، یہی تو اہل سنت کا وہ حسن ہے جس کی ہم بات کر رہے ہیں۔ ہم کبھی کسی کو پابند نہیں کرتے اور نہ کسی کی صلاحیتوں کو اپنی مرضی اور اصولوں تلے دباتے ہیں۔ فرق کو اگر اور تفصیل سے بیان کروں تو بہت ساری باتیں ہیں۔ ایک فرق یہ ہے کہ مروجہ تنظیموں میں کوشش یہ کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی تنظیم میں شامل کیا جائے لیکن ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ جہاں کام کر رہے ہیں، وہ وہیں کام کریں بلکہ ہماری بھی مدد لے لیں اپنے کام کو آگے بڑھانے کے لیے لیکن ہماری تنظیم میں نہ آئیں۔ میرے گھر کچھ تنظیموں کے مبلغین آئے، سوشل میڈیا پر بھی کئی لوگوں سے رابطہ ہوا جنھوں نے کہا کہ آپ ہمیں اپنی تنظیم میں رکھ لیں، ہمارا جواب یہ ہوتا ہے کہ آپ کام کریں، جہاں کر رہے ہیں وہاں کریں، ہماری ٹیم کا ہر سنی ایک رکن ہے، آپ بھی اس ٹیم میں شامل ہیں، آپ ہمارے کاموں میں جس طرح چاہیں مدد کر سکتے

ہیں، یہاں بھی دین کا کام ہو گا اور آپ کہیں اور کریں گے تو بھی دین کا کام ہو گا، ہمارا اصل مقصد تو بس یہی ہے۔ ہم ایسا کیوں کریں کہ آپ کو اپنی تنظیم کے ساتھ خاص کر کے آپ کی اصل اڑان کے آڑے آ جائیں؟ یہ تو مناسب نہیں ہے کہ کسی کو ہم اپنے ساتھ کام کرنے کے نام پر ہی بٹھا کر رکھیں اور اس کا جتنا کام ہو وہ ہمارے ساتھ ہی ہو ورنہ نہ ہو۔ یہ بہت غور کرنے والی باتیں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اہل سنت میں اتحاد کی کنجی ان باتوں میں ہے۔

اگر تنظیموں نے فقط اپنی اپنی چھوڑ کر ایسا طریقہ اختیار کر لیا تو سب ایک ہی جگہ دین کا کام کرتے نظر آئیں گے۔ اللہ تعالی ہمیں ہدایت پر قائم رکھے اور ہم سب کا خاتمہ اسی پر فرمائے۔

افکار میگزین اور تحریک نظام مصطفی:

قابل مبارکباد ہے تحریک نظام مصطفی کی ٹیم جو مروجہ تنظیموں سے بالکل ہٹ کر کام کر رہی ہے۔ اس ٹیم میں بھی وہ باتیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے گروہ بندی ہوتی ہے۔ کام کرنے والے لوگ ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ اصولوں کی بھرمار نہیں۔ فقیر کی دعائیں ہمیشہ ان کے ساتھ ہیں۔ یہ میگزین بالکل اپنے نام کے مطابق افراد اہل سنت کے افکار کو توانائی بخش رہی ہے۔ افکار ہی تو ہیں جن سے تبدیلی آتی ہے۔ اگر افکار کی تعمیر ہو جائے تو پھر آگے ہر چیز کی تعمیر ہو جاتی ہے۔ بنا افکار کی تعمیر کے اگر آگے بڑھا جائے تو تسلسل سے کام نہیں ہو پاتا۔ یہ افکار بہت ضروری ہیں اور افکار میگزین بھی۔ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے۔ اگر وہ کریم ذات اسے قبول فرما لے تو پھر اس سے بے شمار لوگ فائدہ حاصل کریں گے۔

نیشنل میڈیا اور اسلامو فوبیا

:توحید احمد خاں رضوی

مادی ترقی کے اس دور میں جہاں انسانی معاشرہ روز نت نئی ایجادات کے بیشمار فوائد سے لطف اندوز ہو رہا ہے وہیں ترقی کے اس دور میں انسانیت سسکتی ہوئی نظر آرہی ہے۔مادی ترقی کے اس دور میں منافقت، منافرت، مکاری اور سازشوں نے جس طرح عروج پایا ہے وہ معاشرے کی انسانی ترقی کے لئے زہر کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

سیاست کے میدان کے شعبدہ بازوں نے جس طرح سیاسی تعبیرات و تشریحات کو اپنے وضع کردہ اصولوں سے بدلا ہے اس نے ملک کی صورت حال کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں مذہبی سیاست کا جو کھیل کھیلا جارہا ہے اور جس طرح خاص ایک مذہب کے ماننے والوں کو خوش کرنے کے لئے حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کے مذہبی تشخص اور ان کی تہذیب کے خلاف جو مسلسل پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اس سے ہر باشعور شہری بے چین ہے۔ یقیناً اس طرح کی سیاست ملک کی ترقی کے خلاف ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں کے باشندوں کو مذہب اسلام سے خوف دلانے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے اور اس فضا کو ہوا دینے میں الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں ہی کا خاصا عمل داخل ہے۔

اسلاموفوبیا کیا ہے؟:

اسلاموفوبیا ایک ذہنی اختراع اور نفسیاتی مرض ہے، اس مرض میں مبتلا مریض ہر مخصوص چیز یا صورت حال یا اجنبی چیز کو دیکھ کر ڈر اور خوف محسوس کرتا ہے۔ ماہرین کی رائے یہ بھی ہے کہ اس بیماری میں مبتلا ہونے والا ذہنی طور پر مریض، نفسیاتی طور پر انتقام پسند، اخلاقی طور پر بزدل، جذباتی طور پر درندہ صفت، نظریاتی طور پر متعصب اور جنونی ہوتا ہے۔ اسلاموفوبیا مسلمانوں سے نفرت کرنے، تعصب برتنے کا نام ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلاموفوبیا تعصب کی ایک قابل قبول شکل ہے۔ اکثر غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں اسلام کا خوف داخل ہوتا ہے اس کو "اسلاموفوبیا" کہا جاتا ہے۔

اسلاموفوبیا، دو مختلف زبانوں عربی اور یونانی زبان کے لفظوں کا مرکب ہے، "اسلام" عربی لفظ سَلم سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن و سلامتی، اطاعت و صلح کے آتے ہیں اور "فوبیا" (یعنی خوف زدہ ہونا) یونانی لفظ ہے، جس کے معانی خوف اور اندیشہ کے ہیں۔ فوبیا یونانی اصلیت کا ہے فونوس جس کا مطلب ہے "گھبراہٹ" اس اصطلاح سے باطل طاقتیں 'اسلامی تہذیب سے خوف زدہ ہونا' اور 'مسلمانوں سے ڈرنا' مطلب لیتے ہیں۔ لیکن اسلاموفوبیا کا جو اصل مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ ہے "اسلام سے عداوت"۔

آکسفورڈ لغت کے مطابق، اسلاموفوبیا لفظ کا مطلب ہے "اسلام سے شدید ناپسندیدگی یا خوف، ایک سیاسی قوت کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ عداوت یا تعصب"۔ وکی پیڈیا پر اسلاموفوبیا کی تعریف کچھ اس انداز میں ہے:

Islamophobia is the fear of, hatred of, or prejudice against the religion of Islam or Muslims in general, especially when seen as a geopolitical force or the source of terrorism.

اسلاموفوبیا کے پیچھے مقصد:

اسلاموفوبیا کی تخلیق ایک خاص مقصد کے تحت کی گئی ہے۔ یہ نسبتاً ایک جدید لفظ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ لاکھ مخالفتوں کے بعد اسلام جس تیز رفتاری کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں پناہ لے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں باطل قوتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں وہ اسلام سے خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ باطل طاقتیں چاہے وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو، وہ اِس خوف کا شکار ہے کہ بہت جلد اِسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بننے والا ہے۔ یہی خوف انھیں اسلاموفوبیا کے شوشہ پھیلانے کا سبب بن رہا اور اسلاموفوبیا کو پھیلانے کا مقصد یہی ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کا زہر گھولا جائے۔ اسلاموفوبیا کے علم برداروں نے دنیا کو یہ دکھانے کی کوشش کی کہ اسلام، مسلمان، حجاب، داڑھی، مسجد اور مدرسہ خوف و دہشت کی علامتیں ہیں۔ اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کی حریف اور دہشت گردی و

خوف کی علامت ہے۔ لیکن انھیں نہیں معلوم کہ وہ اپنی اس ناپاک کوشش میں کامیاب نہیں ہوں گے ان شاءاللہ۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ جب جب اسلام مخالف طاقتوں نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے تب انھیں منھ کی کھانی پڑی ہے اور اسلام تیزی سے پھیلتا گیا ہے۔

وطن عزیز میں اسلاموفوبیا میڈیا اور حکومت کی دین ہے:

بھارت جیسے جمہوری ملک میں میڈیا کو چوتھا ستون کہا گیا ہے لیکن اس چوتھے ستون نے جس طرح صحافت کو حکومت کے تلوے چاٹنے سے معیوب کرا ہے اس سے اس چوتھے ستون سے لوگوں کی امیدوں کو بہت کم کر دیا ہے یا یہ کہا جائے کہ ختم کر دیا ہے۔ ویسے تو وطن عزیز میں میڈیا کا کردار اقلیتوں کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص ہمشیہ بہت اچھا نہیں رہا ہے لیکن 2014 میں بے جے پی کی حکومت آنے کے بعد سے جس طرح میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کی کوشش کی ہے وہ ایک جمہوری ملک کے لئے بد نما داغ ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ ملک میں کہیں پر بھی کوئی بد نما معاملہ ہو میڈیا بغیر کسی تحقیق کے اس کو مسلمانوں سے جوڑنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے اور مسلسل ڈیبیٹس چلائی جاتی ہیں جس میں کھل کر مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کی جاتی ہے۔ اس پر افسوس یہ کہ یہ سب حکومت میں بیٹھے لوگوں کو خوش کرنے اور خاص ایک مذہب کو خوش کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ مین اسٹریم میڈیا میں جس طرح سے پرگرام کی شہ سرخیاں مسلمانوں کے خلاف بنائی جاتی ہیں وہ خود صحافت کے نام پر ایک بد نما داغ ہے۔ حکومت کے ناک کے نیچے یہ سب ہونے کے

باوجود حکومت کے اس کی روک تھام کے لئے کچھ کوشش نہ کرنا یہ خود اپنے آپ میں حکومت کی نیت پر سوال کھڑا کرتا ہے۔

مین اسٹریم میڈیا نے جس طرح ملک کے باشندوں میں اسلام اور مسلم مخالف پروپیگنڈہ چلایا ہے اس کے نتائج آئے دن دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں، کبھی کوئی بھیڑ کسی نہتے مسلم کی ماب لنچنگ کر دیتی ہے، کہیں پر زعفرانی تنظیموں کے کچھ لوگ پہونچ کر مسلم دکانداروں کو دھمکاتے ہیں، کبھی اسلامی احکام کو نشانہ بنایا جاتا ہے، کبھی اظہار رائے کی آزادی کے نام پر پیغمبر اسلام کے خلاف نازیباالفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور بھی اسی طرح کی خبریں آئے دن موصول ہوتی رہتی ہیں۔

نمونے کے طور پر ہم یہاں ماضی قریب میں ہونے والے کچھ واقعات کو اجمالا بیان کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ ان کو ملک کی معتبر خبر رساں ایجنسیوں نے رپورٹ کیا ہے۔

1۔ راجستھان کے بھرت پور میں ایک مسلمان شخص اپنی حاملہ بیوی کو ڈلیوری کے لیے ہسپتال لے گیا، ڈاکٹر کو جب یہ معلوم پڑا کہ مسلمان ہے، تو ریفر کر دیا اور ڈلیوری نہیں کی، جس کی وجہ سے بچے کی موت ہو گئی۔

2۔ علی پور دہلی کی مسجد پر حملہ ہوا، گرگاؤں کی مسجد پر فائرنگ ہوئی، بیلاگاوی ضلع میں دو مساجد پر حملے کیے گئے ان دونوں مساجد پر حملے کا معاملہ پولیس اسٹیشن میں رجسٹرڈ تک ہو چکا ہے۔

3۔ ایک سی سی ٹی وی ایکسپوز ویڈیو کے مطابق پولیس مسلمانوں کو گالیاں دے رہی ہے اور پیٹ رہی ہے یہ کہتے ہوئے کہ "تم لوگ بھارت میں کرونالائے ہو"

4۔ دہلی اور ہریانہ بارڈر طرف کے بتائے جارہے ایک ویڈیو میں لوگ سڑکوں میں جمع ہیں اور سوسائٹی میٹنگ میں باقاعدہ یہ فیصلہ لیا گیا کہ مسلمانوں کو اپنی کالونی میں داخل نہیں ہونے دیں گے

5۔ ہریانہ کے جند گاؤں میں ایک مسلم گھرانے پر سخت حملہ کیا گیا کیوں کہ انہوں نے ۵ اپریل کی رات میں اندھیرا نہیں کیا نا ہی موم بتی روشن کی۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت کے یہ وہ واقعات ہیں جنہیں معتبر طور پر کور کیا گیا ہے۔

یقیناً ایسا زہریلا اسلاموفوبیا پھیلنے سے ملک کبھی ترقی کی راہ پر نہیں چل سکتا۔ ہمارے وطن عزیز میں اسلام کے خوف اور اس کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم ایک صنعت کی شکل اختیار کرچکی ہے۔ اس صنعت کے مسلم مخالف ادارے فراخ دلی سے تعاون کرتے ہیں۔ بھارت میں مسلمانوں کی جانوں کی کوئی اہمیت نہیں، محسوس ہوتا ہے کہ انسانی قدریں فنا ہوگئی ہیں۔

ہمارے ملک میں ماب لینچینگ کے نام پر، گؤہتیا کے نام پر، جے شری رام کے جبراً نعروں کے نام پر، مساجد کی بے حرمتی کے نام پر، ناموسِ رسالت میں گستاخی کے نام پر آئے دن مسلمانوں کے جانوں کو ٹارگیٹ بنایا جارہا ہے۔ کورونا جہاد کا نام دے کر مسلمانوں کو حراساں کرنا، رہائشی بستیوں میں مسلمانوں کے آنے پر پابندی لگانا۔ ایک مسلمان ڈیلوری بوائے کو مسلمان ہونے کی بنیاد پر دروازے سے لوٹانا۔ ہسپتال میں مسلم مریضوں کے لیے الگ وارڈ بنانا۔ جامیہ ملیہ کے طلبا کو غداری، قتل اور شرپسندی کے الزامات لگا کر گرفتار کیا جانا۔ مسلمانوں کے مال واملاک کو برباد کیا جانا۔ یہ سب واقعات اسلاموفوبیا کے زہریلے مواد کے خطرناک اثرات کے نتیجے میں ہی پنپتے ہیں۔

اسلاموفوبیا کے نتیجے میں ہمارے ملک میں مسلمانوں کو مزید پولرائزیشن اور پسماندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسکارف یا نقاب جیسے مسلمانوں کے مذہبی و روایتی لباس استعمال کرنے کی پاداش میں مسلم طالبات کو اسکول اور کالجز کی کلاسوں میں بیٹھنے نہیں دیا جارہا ہے کیونکہ وہ اسلام کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں مسلمانوں کے ساتھ روزگار اور تعلیم کے میدانوں میں علانیہ امتیازی سلوک برتا جارہا ہے۔

ملک میں مسلم و اسلام دشمنی اور نفرت و تعصب کی خطرناک ذہنیت میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، آر ایس ایس کی ہندوتوا وادی پالیسی پر عمل پیرا بھارتیہ جنتا پارٹی کے دور حکومت میں مسلمانوں کو مختلف حیلے بہانوں کی آڑ میں نفرت کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ جب کہ کسی مذہب کے ماننے والوں کا احترام اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔

سوشل میڈیا پر مسلمانوں کے خلاف فیک نیوز کو پھیلانے کئے لئے باقاعدہ ٹیمیں کام کر رہی ہیں جو مسلمانوں کے تعلق سے غلط معلومات سوشل میڈیا پر پھیلاتی ہیں تاکہ اس کی آڑ میں مسلمانوں کی جانوں کو ٹارگیٹ کیا جاسکے۔

اسلاموفوبیا کا سدباب کیسے ہو؟:

میڈیا اسلاموفوبیا کو شہ اور تقویت دینے میں اہم رول ادا کر رہا ہے۔ کچھ سالوں سے اس میں جو اضافہ ہوا ہے وہ نہ صرف ہمیں اس طرف توجہ دلا رہا ہے کہ ہم اپنے دعوتی پلیٹ فارم کو مضبوط کریں بلکہ ہمیں زجر و توبیخ بھی کر رہا ہے کہ ہم نے اپنے ضمیر کا سودا کر لیا ہے۔

یقنیاذرائع ابلاغ لوگوں کی رائے کوہموار کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں اور اسلام دشمن عناصر انھیں ذرائع ابلاغ کااستعمال کر کے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف زہر بھر رہے ہیں۔اس کے سد باب کے لئے ہمیں بھی شرعی حدود میں رہ کر ذرائع ابلاغ کا حتی الامکان استعمال کرنا ہوگا۔ جب ہم اپنی جماعت کی طرف اس زاوئے سے نگاہ ڈالتے ہیں تو ہر طرف سرد مہری نظر آتی ہے۔امام اہل سنت سے سو سال قبل ہماری توجہ اس طرف کرائی تھی جبکہ اس دور میں صحافت کی اہمیت اتنی نہیں تھی جتنی آج ہے۔ آج جب صحافت کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ایسے وقت میں امام اہل سنت کے پرو گرام کی اہمیت مزید بڑھ جایا کرتی ہے۔ کاش ہم صرف نعروں تک محدود نہ رہکر امام اہل سنت کی تعلیمات کے مطابق مسلک اعلیٰ حضرت کا کام کریں تو ہمارا مستقبل تابناک ہو سکتا ہے۔

آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے اپنے صحافتی ادارے ہوں جہاں سے ہر اس فتنہ کی سرکوبی کی جائے جو میڈیا کی منظم سازش سے ابھرا ہو۔ آج اسلاموفوبیا کے جو نتائج سامنے ہیں ان کا سد باب بھی اسی کے ذریعہ ہوگا۔ ہم مختلف ذرائع ابلاغ سے لوگوں تک اسلام کی صحیح تصویر پہونچائیں۔ اسلامی شعائر و اسلامی قوانین،اسلامی تہذیب و تمدن،اسلامی ثقافت و شناخت، نبی کریم ﷺ کا اسوہ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی زندگی، حجاب و صنف نازک کا اسلام میں مقام و مرتبہ سے لوگوں کو آشنا کرنا ہوگا۔ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنیاد پر اسلاموفوبیا جیسی عالمی وباء کو پھیلنے کے مواقع فراہم ہوتے ہیں ہمیں اس کی بیخ کنی کرناہوگی۔اسلام کے محبت،امن،عدل و مساوات کا آفاقی پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کیلیئے صحابہ کرام کی فکری اور عملی جدوجہد کو زندہ کرنا ہوگا۔

قرآن وحدیث سے قبر کے عذاب پر دلائل

فیض العارفین منظری:

موت برحق ہے۔ یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار کسی بھی مذہب ودین کا ماننے والا نہیں کرتا۔ اللہ ربّ العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "كل نفس ذائقة الموت" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت کے بعد انسان آخرت کے پہلے مرحلے میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے۔ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس وقت فرشتے ہر شخص سے تین سوالات کرتے ہیں۔

(1) من ربک (تمہارا رب کون ہے؟)

(2) ما دینک (تمہارا دین کیا ہے؟)

(3) ما کنت تقول فی ھذا الرجل (یعنی اس شخص صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟)

جو ان سوالات کا جواب دے دیتا ہے اس کے لیے جنتی ہوائیں، جنتی لباس، پیش کر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے آرام سے سو جا اور اگر جواب نہ دے سکا تو اس پر عذاب کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

اہلِ سنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذابِ قبر اور تنعیمِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عَذابُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَا یُنکِرُہ اِلَّا ضَالٌّ مُضِلٌّ"

یعنی عذاب قبر حق ہے۔اس کا انکار گمراہ اور گمراہ گر کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔

کافر اور منافق (یعنی زبان سے دعوۂ اسلام اور دل میں اسلام سے انکار کرنے والے) کو ہمیشہ عذابِ قبر ہو گا۔ گناہ گار مسلمان کو گناہوں کے برابر قبر میں عذاب ہو گا لیکن دعا، صدقہ وغیرہ کے سبب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان سے عذاب اُٹھالیا جائے گا۔

ضروری وضاحت: یادرہے! عذابِ قبر سے مراد برزخ میں ہونے والا عذاب ہے، اسے عذابِ قبر اس لیے کہا جاتا ہے کہ عام طور پر میت کو قبر میں ہی دفن کیا جاتا ہے۔ ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کا ارادہ فرمایا ہے اسے عذاب ضرور ہو گا، چاہے وہ قبر میں دفن ہو یا نہ ہو، خواہ اسے درِندوں نے کھا لیا ہو، یا اسے جلا کر اس کی خاک ہوا میں اُڑا دی گئی ہو۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے

(سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ)

(التوبہ, ۱۰۱)

ترجمہ: جلد ہم انہیں دو بار عذاب کریں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

اس آیت کے تحت امام علی بن محمد خازن رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

دو مرتبہ عذاب دینے سے مراد یہ ہے کہ ایک بار تو دنیا میں رُسوائی و قتل کا اور دوسری مرتبہ قبر کا عذاب۔

حضرت سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے شہزادے حضرت سیدنا حماد رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد ماجد سے عذابِ قبر کے متعلق پوچھا تو حضرت سیدنا امامِ اعظم رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

عذابِ قبر برحق ہے۔ عرض کیا: اس کی دلیل؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

(وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ)

ترجمہ: اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے۔

"دُوْنَ جَهَنَّمَ" یعنی جہنم کے عذاب سے پہلے ایک عذاب ہے اور اس سے مراد عذابِ قبر ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ"

یعنی عذاب قبر حق ہے۔

اللہ ربّ العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے :

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔

ترجمہ: آگ، جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر اِستدلال کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہاں پہلے صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کیے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کیے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جارہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے۔ کثیر احادیث سے بھی قبر کا عذاب برحق ہونا ثابت ہے، ان میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کی طرف اٹھائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں، وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا، وہ چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ سے ان دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے

کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا، قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سنیں گے، پھر میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰۴۹، ۲۳۶۶۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۸۶۔ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۰۶۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے آپ پر یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ مؤمنوں کو بھی عذاب قبر ہوگا، آپ کو وحی سے صرف یہ علم تھا کہ یہود کو عذاب قبر ہوتا ہے اور اس موقع پر آپ کے پاس یہ وحی آئی کہ مؤمنوں کو بھی عذاب قبر ہوگا، تب آپ نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ٤٦٨، دار الفکر، بیروت، ١٤٢٠ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں۔ جو اس کو کاٹتے ہیں اور اسے بھنبھوڑتے ہیں حتیٰ کے قیامت قائم ہو جائے گی، اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۸ طبع قدیم۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی قبر میں سر سبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر میں ستر ہاتھ کی بمقدار وسعت کردی جاتی ہے اور اس

کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دیا جاتا ہے، کیا تم کو علم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾

[طه:124]

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے، آپ نے فرمایا: اس سے مراد کافر پر ہونے والا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، اس (کافر) کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے، تم کو معلوم ہے تنین کیا چیز ہیں؟ وہ ستر سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں، وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔

(مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ٦٦٤٤۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٣١٢٢)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں

کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا: تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا، پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۳۳۸۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۷۰)

ان تمام احادیث کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عذابِ قبر حق ہے۔ ہر کافر اور ہر گنہگار شخص کو اس کے گناہ کے اعتبار سے قبر میں عذاب ہو گا۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عذاب قبر سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اسلام کے عورت پر احسانات

محمد عادل رضا الماتریدي:

متعلم: جامعۃ الأزھر قاہرہ (مصر)

مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں پر بے شمار احسانات فرمائے اور نعمتوں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ مرد و عورت، بچے و بوڑھے، چرند و پرند عالم میں ہر ایک کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ سلوک کیا۔ ان ہی میں سے ایک عورت ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں عرب کے کچھ قبیلے منحوس سمجھا کرتے تھے۔ اگر شوہر کا انتقال ہو جاتا تو اس کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا جاتا۔ اگر عورت لڑکی کو جنم دیتی تو اس کو زندہ دفن کر دیا کر دیا جاتا۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیمات کو سکھاتے ہوئے، فرمان خداوندی سنایا کہ اس پر سخت تہدید کی اور زندہ رہنے کا حکم دیا اور جو اس کے خلاف کرے اس کو قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالی کے حضور جواب دینا ہو گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ. بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ

(پارہ:۳۰، سورہ تکویر، آیت:۸،۹)

ترجمہ: اور جب زندہ دبائی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے۔ کس خطا پر ماری گئی۔ (کنزالایمان)

اور قرآن مجید میں ہے:

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ

(پارہ:۸، سورہ: انعام، آیت: ۱۳۷)

ترجمہ: اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو وہ ہیں اور ان کے افتراء (جھوٹ)

(کنزالایمان)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں تفسیر خازن کے حوالہ سے نقل ہے:

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ: یوں ہی عمدہ کر دکھایا۔} اس آیت میں کفار کی دوسری جہالت بیان ہوئی چنانچہ فرمایا کہ یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل عمدہ کر دکھایا ہے۔ یہاں شریکوں سے مراد وہ شیاطین ہیں جن کی اطاعت کے شوق میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی معصیت گوارا کرتے تھے اور ایسے قبیح اور جاہلانہ اَفعال کے مرتکب ہوتے تھے کہ جن کو عقلِ صحیح کبھی گوارا نہ کرسکے اور جن کی قباحت میں ادنیٰ سمجھ کے آدمی کو بھی تَرَدُّد نہ ہو۔ بت پرستی کی شامت

سے وہ ایسے فسادِ عقل میں مبتلا ہوئے کہ حیوانوں سے بدتر ہو گئے اور اولاد جس کے ساتھ ہر جاندار کو فطرۃً محبت ہوتی ہے شیاطین کے اتباع میں اس کا بے گناہ خون کرنا اُنہوں نے گوارا کیا اور اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اولاد میں بھی ایسی ہی تقسیم کر رکھی تھی کہ لڑکے کو زندہ رکھتے اور لڑکی کو قتل کر دیتے۔ شیطانوں نے یہ سب اس لئے کیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ پہلے حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین پر تھے شیاطین نے اُن کو اغوا کر کے ان گمراہیوں میں ڈالا تاکہ انہیں دینِ اسماعیلی سے مُنْحَرِف کرے۔

(تفسیر صراط الجنان، جلد:۳، صفحہ:۲۱۷)

اسلام میں عورت کے ساتھ حسن سلوک:

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک فرمایا اور تاکید بھی فرمائی اور حسن سلوک کرنے والے کو ایمان کی علامت اور بہتر مرد فرمایا۔

حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہو۔

(ترمذی: کتاب المناقب: باب فضل ازواج النبی ﷺ)

حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وخياركم خياركم لنسائهم

ترجمہ: مومنین میں کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں سے زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

(شعب الایمان، جلد: ٦، صفحہ: ٢٣٢، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسلام نے عورتوں کو شوہر کے چُن لینے کا اختیار بھی دیا۔ اسلام نے شوہر کے انتخاب کے لیے آزادی دی ہے کہ جب لڑکیاں شادی کے لئے راضی ہوں۔ تو ان کی اجازت ہر حال میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه۔ لا تنكح الأيِّم حتى تُستأمر، ولا تنكح البكر حتى تُستَأذن، قالوا: يا رسول الله، فكيف إذنها قال: أن تسكت.

(صحیح بخاری، صفحہ: ١٣٢٠، حدیث: ٥١٣٦، دارالفکر بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے امر (حکم) حاصل نہ کرلیا جائے۔ اور کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیسے ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی اجازت یہ ہے کہ وہ (اجازت طلب کرنے پر) خاموشی اختیار کرے۔

اسلام نے عورت کی عزت و کرامت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کا نفقہ (خرچہ) مرد کے ذمہ قرار دیا ہے۔ اگر بیوی ہے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، اگر ماں ہے تو اس کا بیٹوں کے ذمہ۔ ہاں اگر عورت اپنی رضا سے خود اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو اپنی مرضی سے پیسے یا زمین یا اپنی جائیداد کسی کو دے دے یا کسی کو ہبہ کر دے تو یہ اس کی خود کی مرضی ہے۔ لیکن اس کا نفقہ شوہر پر ہی واجب ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

(پارہ: ۲، سورہ: بقرہ، آیت: ۲۳۳

ترجمہ: اور جس (شوہر) کا بچہ ہے اور اس پر عورتوں کا کھانا، پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور۔ (کنزالایمان)

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۟

(پارہ:۲۸، سورہ: طلاق، آیت: ۷)

ترجمہ: مقدور والا (مال وسعت رکھنے والا) اپنے مقدور (گنجائش) کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔ (کنزالایمان)

حدیث شریف میں ہے:

اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔

(سنن ترمذی، صفحہ: ۲۰۷ حدیث: ۱۱۶۳، بیت الافکار الدولیہ)

ترجمہ: غور سے سنو! بیویوں کا تم پر حق ہے کہ اوڑھنے پہننے اور کھانے پینے کے معاملات میں اُن کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔

اسلام نے مرد و عورت کے درمیان عزت و عظمت میں برابر کا شریک رکھا ہے۔ اور وہ دونوں اِس دنیا میں اللہ تعالی کے احکامات میں برابر ہیں۔ کوئی کسی سے اوپر نیچے نہیں اور آخرت میں اجر و ثواب میں مساوی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

"ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف"

(پارہ:۲، سورہ:بقرہ، آیت:۲۲۸)

ترجمہ: اور عورتوں کا حق بھی (مردوں پر) ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہی شرع (شریعت) کے موافق (یعنی مطابق)

(کنزالایمان)

مذکورہ آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

یعنی جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادا واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق کی رعایت لازم ہے۔

اسلام امن و امان اور انسانیت کا مذہب ہے اس میں ایسا نظام حیات ہے جس میں کسی کے اوپر بھی ذرہ برابر بھی ظلم و ستم نہیں کیا۔ ہر ایک کے حق کی رعایت کی ہے۔ بلکہ حیوانات و نباتات کی حفاظت کرنے کا حکم دیا اور جو مقام و مرتبہ اسلام نے عورت کو دیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ اس لیے اس کی قدر و منزلت عزت و عظمت معاشرہ میں ایک فرد پر لازم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی شان و شوکت اور نظام حیات دیکھ کر دوسرے متاثر ہوئے۔

پی ایئر کریانٹس لکھا:

Muhammad, thirteen hundred years ago, assured to the mothers, wives and daughters of Islam a rankand diginity not yet generally assured to women by the laws of the West.

”محمد ﷺ نے تیرہ سو سال قبل اسلام میں ماؤں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنادیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہیں مل سکا۔“

(Muhammad and Teaching of Quran by John Davenport p.126)

مزاروں پر عورتوں کی بڑھتی تعداد کے خطرناک نتائج

: محمد فیض رضا العسقلانی

مذہب اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ یہ ایک ایسا پاکیزہ، صاف ستھرا اور مؤدب مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کی ہر محاذ پر رہنمائی کر کے ان کو جملہ نجاست و آلودگی اور بدعات و خرافات سے دور و نفور رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جائز و ناجائز کی مکمل نشاندہی کر کے ناجائز سے گریزاں اور جائز پر عمل درآمد گی کا حکم دیتا ہے۔ مرد و زن ہر ایک کے شعبہائے زندگی کے ضروری مسائل کو متعین کر کے جداگانہ طور پر بیان کرتا ہے۔ انہیں متعینہ اور خط کشیدہ حدود کے اندر رہ کر ہر ایک سے تہذیب و تمدن کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنے ہی میں انسانیت کی اصل کامیابی اور اخروی فوز و فلاح کا راز مضمر ہے۔ خلاصہ یہ کہ مذہب اسلام بنی نوع انسانی سے ایسے افعال و کردار کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسان مکمل شعور و آگہی اور احساس کے ساتھ ایسے اعمال صالحہ کی انجام دہی میں سرگرداں رہے جن سے رضائے الٰہی اور رضائے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا حصول ممکن ہو۔

واضح رہے کہ اسلامی احکام ہی میں نہیں بلکہ تمام مذاہب میں اور اسی طرح انسانوں کے وضعی قوانین میں بھی بہت سے احکام و قوانین میں مردوں اور عورتوں کے مابین فرق پایا جاتا ہے۔

اسلام نے بھی جنسی امتیازات اور خصوصیات کو احکام میں پیش نظر رکھا ہے اور ہر موڑ پر عورتوں کی صنفی نزاکت، قوت وطاقت میں ان کی فطری کمزوری اور ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے بارے میں خصوصی احکام دئے ہیں اور ان کو ان تمام اعمال سے دور رکھا ہے جو ان کی صنفی نزاکت سے میل نہیں کھاتے یا جن سے ان کی چادر عصمت داغدار ہوتی ہے، اور ان کی پاکیزہ عفت تک شیطانی نظروں کا پہونچنا آسان ہوتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے زیارت قبور:

قبروں کی زیارت کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء میں مرد وعورت دونوں کو اس سے منع کر دیا گیا تھا، لیکن جب عقائد میں استحکام، توحید باری تعالیٰ کی سچی معرفت اور ایمان وکفر کا حقیقی امتیاز حضرات صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا تو اس کی اجازت دے دی گئی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ

(مسلم: ۹۷۷، حاکم: ۱۳۸۸)

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا، اب زیارت کیا کرو یہ تمہیں موت کی یاد دلائے گی“

ایک اور روایت میں ہے:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَزُوْرَ قَبْرًا فَلْيَزُرْهُ فَإِنَّهُ يَرِقُ الْقَلْبَ وَيُدمِعُ الْعَيْنَ وَيُذَكِّرَ الْآخِرَةَ

(حاکم: ۱۳۹۴)

”بے شک میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو بھی قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے اجازت ہے کہ وہ زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے (خشیتِ الٰہی میں) آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“

حضور صلی االلہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کے بعد زیارت قبور کی اجازت مل گئی لیکن اس اجازت میں عورتیں بھی شامل ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں محدثین وفقہاء کے مابین اختلاف ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اجازت صرف مردوں کو دی گئی عورتوں کے لئے ممانعت باقی رہی۔

اس کے برخلاف فقہاء ومحدثین کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اجازت دی گئی اس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر کی زیارت کو جاتی تھیں اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کے لئے جاتی تھیں۔

البتہ یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ عورتوں کے لئے جو فقہاء اور محدثین جواز کے قائل ہیں ان تمام کے یہاں جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کسی قسم کے فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔

زیارت قبور کا مقصد اصلی :

قبور کی زیارت کا پہلا مقصد تو عبرت، خشیت، تذکیر آخرت اور استحضارِ موت ہے۔ لیکن تشویشناک امر یہ ہے کہ فی زمانناز ائرین کی اکثریت مقصد اولیٰ یعنی خشیت کو پسِ پشت ڈال چکی ہے۔ بعض مزارات پر عام دنوں میں بالعموم اور اعراس کے مواقع پر بالخصوص ناچ گانے، بھنگڑے، دھمال اور دیگر خرافات کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ان اعمال غیر شرعیہ کا ارتکاب قطعاً ناجائز اور نامناسب ہے۔ تعلیمات تصوف و طریقت کی کھلی مخالفت کا موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بھی۔ مزاراتِ مقدسہ پر بعض دیگر قباحتیں بھی ایک عرصے سے جڑھ پکڑ چکی ہیں۔ انہیں غیر شرعی طور پر زیارت قبور کے لیے عورتوں کا جانا بھی ہے۔ ایسے ماحول میں عورت کیا مرد کا بھی زیارت قبور کے لیے جانا شرعی نقطہ نظر سے ناجائز قرار پاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لئے جانا بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض کے نزدیک صرف اس صورت میں جائز ہے جب کہ فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان حضرات کے نزدیک بھی ناجائز ہی ہو گا۔ موجودہ زمانہ میں پیش آنے والے واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ دور دور پر فتن ہے اور فتنوں کا ہر طرف دور دورہ ہے، اور مزارات پر جو خرافات اور فتنے ہوتے ہیں ان کو ہر شخص جانتا ہے۔ کھلے طور پر مرد و زن کا اختلاط سے بے حیائی عام ہوتی جا رہی ہے۔

امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا موقف:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''جمل النور'' کے ذریعہ ایسے لوگوں کی اصلاح فرمائی ہے جو مزارات پر عورتوں کی حاضری اور مزارات پر عورتوں کے حلقہ ذکر و توجہ کے قائل ہیں اور اپنی دانست میں دلیلیں بھی وضع کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ایسے حضرات کے تمام اقوال کا نہایت تسلی بخش جواب تحریر فرماتے ہوئے اہل اسلام کو یوں نصیحت فرمائی۔

نظر بحالات نساء (عورتوں کے حالات دیکھتے ہوئے) سوائے حاضری روضۂ انور (سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ واجب یا قریب بواجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۃ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہر گز پسند نہیں کرتا۔ خصوصا اس طوفان بے تمیزی رقص و مزامیر و سرور (ڈانس، گانا، باجا وغیرہ) میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت میں تو عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔

یعنی ڈھول، باجے، تاشے والے عرسوں میں عورتیں تو عورتیں امام اہل سنت مردوں کا جانا بھی پسند نہیں فرماتے۔ اس ضمن میں ایک تفصیلی سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے ایک تفصیلی فتویٰ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ زمانہ نبوی میں عورتوں کو مسجد میں آنے عیدین کی نماز میں حاضر ہونے کی اجازت تھی لیکن بعد ازاں یہ اجازت اٹھالی گئی جیسا کہ در مختار میں ہے۔

یکرہ حضور ھن الجماعۃ والجمعۃ و عید و وعظ مطلقاً و لو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان۔

ترجمہ: جماعت میں عورتوں کی حاضری اگرچہ جمعہ، عید اور وعظ کے لئے ہو' مطلقاً مکروہ ہے۔ اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے۔ یہی وہ مذہب ہے جس پر فسادِ زمانہ کے باعث فتویٰ ہے۔

صحیح البخاری و مسلم شریف کی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل۔

ترجمہ: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

یہی وجہ ہے کہ تابعین کے زمانہ سے ہی ائمہ دین نے (مسجد میں آنے سے) مخالفت شروع فرمادی۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی حالانکہ وہ زمانہ صالحات کا زمانہ تھا۔ فیوض و برکات کا زمانہ تھا اور اب العیاذ باللہ، بلکہ عنایہ امام اکمل الدین میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا:

لو علم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما علم عمر ما أذن لكن في الخروج۔

ترجمہ: اگر نبی ﷺ یہ دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ بھی تمہیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔

اسی مسئلہ پر فتاویٰ رضویہ شریف میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

قبور اقرباء پر خصوصًا بحال قُرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۹ ص ۵۳۸ مطبوعہ: مرکز اہلسنّت برکات رضا)

علامہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا موقف:

صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فنزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں

(بہار شریعت ج ۱ ح ٤ ص ۸٤۹ مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی)

عورتوں کے زیارت قبور کے بابت مفتی نظام الدین رضوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مزارات پر عورتوں کی حاضری ناجائز و گناہ ہے۔ کیونکہ عموماً یہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب آتی جاتی ہیں، وہاں مردوں کے ہجوم کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کا باہم اختلاط ہوتا ہے، اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ ان کے بدن ایک دوسرے سے ٹچ تک ہوتے ہیں، پھر وہاں جا کر کچھ عورتوں کا سر پٹکنا اس پر مستزاد ہے۔ ان مفاسد کی بنا پر علمائے

امت نے اولیاء اللہ اور صالحین کے مزاروں پر عورتوں کو جانے سے مطلقاً روک دیا ہے۔ جیسا کہ کچھ مفاسد کے شبہے بلکہ شائبے کی بناپر خیر القرون میں ہی عورتوں کو مسجد کی حاضری اور جماعت کی شرکت سے روک دیا گیا تو آج اس قدر مفاسد کے موجود ہوتے ہوئے ضرور انہیں روکا جائے گا۔

مزارات اولیاء پر فی زمانناعورتوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے بالخصوص جمعرات کے روز دیدنی ہوتی ہے اور وہاں جن بدعات و خرافات کارواج عام ہوتا جارہا ہے وہ کسی پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

امام اہل سنت اور دیگر کبار علما و مشائخ کے فتاویٰ جات میں جن خرافات کا ذکر ہے مزید برآں جہال مجاوروں کے چنگل بد سے عورتیں محفوظ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ بد تمیزیاں اور گالی گلوج ان جاہل مجاوروں کا محبوب مشغلہ ہے۔ اور پھر بد نگاہی اس پر فتن دور میں عام بلکہ ان مجاوروں کے گنڈے مزارات پر گشت کرتے رہتے ہیں بعض جگہوں کے حوالے سے سنا گیا ہے (نام ذکر کرنا مناسب نہیں) کہ مزارات پر لڑکیوں اور عورتوں کی سپلائی کی جاتی ہے اور ان کی عزت وآبروریزی کرنے والے، پردہ عصمت کو تار تار کرنے والے کوئی اور نہیں یہی جاہل مجاور اور ان کے پالتو گنڈے ہیں (العیاذ باللہ)۔

آسیب زدہ عورتیں جو مزارات پر جاتی ہیں ان کو بھی چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں علاج و معالجہ کے لیے حاضر ہوں ورنہ ایسے ماحول میں جہاں عزت وآبرو کی کوئی قیمت نہ سمجھی جاتی ہو وہاں اسلام کی مقدس شہزادی خود کو کیسے محسوس کر سکتی ہے؟۔ سننے میں آیا ہے کہ بعض جو عورتیں علاج کے لیے مزارات پر سکونت پذیر ہو جاتیں ہیں الا ماشاء اللہ، ان کا زنا بالجبر سے محفوظ رہنا بڑا مشکل ترین مسئلہ بن چکا ہے۔ اسی طرح ان مزارات پر بعض بے سہارا عورتیں حالات و زمانہ کی تنگی کا شکار ہو کر پناہ

لینے آتی ہیں مگر یہاں پر موجود کچھ چالاک اور بد کردار لوگ انہیں اپنے دام فریب میں پھنسا لیتے ہیں جس کے بعد وہ مجبور و بے بس عورتیں خود برائی اور معصیت کا نشان بن جاتی ہیں۔

اخیر میں اپنی ماؤں بہنوں سے عرض ہے کہ ان مذکورہ مفاسد کے پیش نظر آپ خود کو مزارات پر حاضری سے روکیں اس لیے کہ وہاں جا کر اولیا اللہ کے فیضان سے بہرہ ور نہ ہو سکو گی بلکہ گنہگار ہو گی۔ اس کے بر خلاف آپ اگر خوف خدا اور شرم نبی کا تصور لیے اور شریعت کی اتباع کے لیے گھر پر رہ کر فاتحہ خوانی کا انتظام کرو گی تو ضرور بالضرور اولیاء اللہ کا فیضان بھی ملے گا اور اللہ کی بارگاہ سے اجر و ثواب کی حقدار بھی ہو گی۔ اللہ کریم امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائے۔

بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ دہرا سلوک کیوں؟

: محمد فیضان رضا علیمی

مدیرِ اعلیٰ: سہ ماہی پیامِ بصیرت، سیتامڑھی

یہ بات ایک مسلمہ حقیقت پر مبنی ہے کہ بھارت اپنی آزادی سے اب تک ایک جمہوری اور سیکولر ملک ہے۔ جہاں ہر مذہب و طبقہ کے لوگ اپنی پوری مذہبی آزادی کے اعتبار سے جی رہے ہیں۔ یہی یہاں کی خوب صورتی اور بہتری ہے۔ اتنا ہی نہیں یہ ملک تو اس قدر سیکولر ہے کہ یہاں اس بندے کو بھی پوری آزادی سے رہنے کا اختیار ہے جو کسی مذہب و دھرم کو نہیں مانتا ہے۔ بھارت کی جمہوریت پر ادھر کچھ سالوں سے ایک منظم اور بڑی سازش کے تحت قدغن لگانے کی کوشش چل رہی ہے جس کا پہلا اور مضبوط حربہ مسلمان ہے کہ فرقہ پرست اور سنگھی طاقتوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جب تک اس ملک میں مسلمان مضبوط رہیں گے اس وقت تک یہاں کی جمہوریت کو ختم نہیں کیا جا سکتا کہ یہی مسلمانوں نے اپنی پیاری جانیں قربان کر کے انگریزوں کے چنگل سے اس کو نکالا ہے۔ تو بھلا کیسے وہ اس کو پھر سے برباد ہوتا دیکھیں گے۔ جس کے لیے ان لوگوں نے کچھ تدبیریں نکالی جس پر وہ مسلسل کوشاں ہیں۔ ذیل کی سطروں میں پہلے ان کی تدبیروں کا ذکر کیا جاتا ہے (یاد رہے یہ تدبیریں ادھر چند سالوں میں کیے گئے کارناموں کے اعتبار سے راقم نے تیار کیے ہیں (پھر دہرے سلوک کی وجہ بیان کی جائے گی)۔

☆ سنگھی طاقتوں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے سب سے پہلی تدبیر جو اپنائی ہے وہ ہے مسلم قیادتوں کو ختم کرنا جس پر وہ مسلسل کاربند ہیں؛ سال ۲۰۱۴ء سے اب تک تواتر کے ساتھ مسلم قائدین کو ٹارگیٹ بنایا جارہا ہے اور ان کو کسی نہ کسی بہانے یا تو جیل کی سلاخوں میں پابند کر دیا جاتا ہے یا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اور جن نیتاؤں کہ ساتھ یہ نہیں کیا گیا تو تیسرا حربہ یہ اپنایا گیا کہ اس کو مسلمانوں میں اپنی B ٹیم مشہور کروایا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ ہی ان کا گلا گھوٹوایا گیا جو ہم مسلمان پچھلے سات آٹھ سالوں سے کرتے آرہے ہیں۔

☆ ان فرقہ پرستوں کی دوسری اور اہم تدبیر یہ ہے کہ پہلے اسلامی احکام کو تبدیل کیا جائے اور اس کی تشہیر کے نام پر نام نہاد مسلم قائدین اور بیکاؤں مرد و خواتین کو میدان میں لایا جائے تاکہ وہ اس کے فائدے بتاتے پھرے جیسا کہ طلاقِ ثلاثہ، اور بابری مسجد کے قانون کے وقت کیا گیا۔

☆ تیسری تدبیر ان کی یہ ہے کہ جو شہریں، مقامات، عبادت خانیں مسلمانوں کی تشخص بنی ہوئی ہیں ان پر حملہ کرکے یا تو منہدم کر دیں یا غیر مسلموں کے ہاتھ کر دیں اس کے لیے ان لوگوں نے پہلے کشمیر کا ۳۷۰ ہٹایا، جو مسلم کی سب سے بڑی اکثریت والا صوبہ ہے، اس کے بعد عقیدت کے نام بابری کو منہدم کرکے رام مندر کی بنیادی رکھی گئی اور پھر جگہ جگہ مساجد و مدارس پر جھوٹے مقدمات لگا کر کچہریوں اور فیصلہ گاہوں (سویل کورٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ) کے چکر میں مسلمانوں کو پھنسا کر ان کی معاشی اور اقتصادی حیثیت کو کمزور کیا جارہا ہے۔

☆ چوتھی تدبیر یہ ہے کہ گاہے بگاہے مسلموں کے خدا اور پیغمبر کے خلاف ایسی غلاظت بکی جائے کہ پوری مسلم دنیا تلملا اٹھے اور بعد میں ڈھونگ رچتے ہوئے پارٹی سے معطلی کا راگ الاپا جائے تا کہ اپنا کام ہو جائے اور بغاوت کی آگ مدھم پڑ جائے۔

☆ پانچویں تدبیر اور بڑا ہتھکنڈا مسلم نوجوان جب اپنے خدا اور رسول کی توہین پر شانتی و پرامن احتجاج کریں گے تب بھی ان کے بیچ اپنے غنڈوں سے پتھر بازی کروا کے مسلم نوجوانوں کو جیل میں ڈالنا ہے۔ تا کہ خوف و دہشت کی وجہ سے دوسری مرتبہ اس کی کوشش نہ کر سکے۔

ان چند اہم تدبیروں کے ذریعہ طاغوتی طاقتیں ہر روز مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرتی ہیں اور ان کی حیثیت و اہمیت کو ملک سے مٹانے کے درپےَ ہیں۔ اب ذرا ان وجوہات کی طرف چلتے ہیں جن کے وجہ ہمارے ساتھ دہرا سلوک ہو رہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمان اور ان سے متعلق کسی بھی چیز پر جب کسی غیر مسلم جن سنگھی غنڈوں کے ذریعہ برا سلوک اور ظلم کیا جاتا ہے تو یہاں کی کورٹ، کچہری اور فیصلہ گاہوں کے ذمے دار بالکل نہیں سنتے اور جب یہی معاملہ دوسری جانب سے ہوتا ہے تو فوراً سنوائی ہو جاتی ہے یہ دہرا سلوک کیوں تو اس کی بنیادی وجہ تو اوپر بیان کی جا چکی کہ اب مسلمان اپنا خون خود ہی کر رہے ہیں یا ان کے ساتھ مل کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ یہ وجہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے ان جگہوں پر اپنا کوئی سینئر، دینی و عصری علوم سے لیس انسان کو بھیجا ہی نہیں تو فیصلہ کس کے حق میں آئے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اب بچوں کو بہترین آفیسر، وکیل، جج، وغیرہ بنائیں تا کہ یہ مایوسی ختم ہو۔

لو جہاد کے نام مسلمانوں پر نوجوانوں کو پھنسایا جاتا ہے اور جب یہی چیز دوسری جانب کے نوجوان کرتے ہیں تو کوئی کاروائی نہیں ہوتی ہے تو اس کے لیے ہمیں جاننا چاہیے کہ اس وقت جو حکومت ہے اس کو انصاف سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ اپنے دین و مذہب کی تبلیغ میں کوشاں ہیں تو پھر ان سے انصاف کی امید کے بجائے ہمیں اپنے نوجوانوں کو دینی کی تعلیم اور ایسے غلط کاموں سے دور رہنے کی تعلیم دینی چاہیے۔

مساجد و مدارس پر بار بار شک کی نگاہ جمانااور سروے کے نام پر پریشان کرناایک معمول بن گیا ہے جس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بنیادی اور دینی تعلیم کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ سب اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے معمولات سے دور ہو جائے اور ڈر و خوف کی بنیاد پر اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے روکے رکھے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے مدارس و مکاتب کی حفاظت کرے اور اگر ان میں کوئی خرابی یا کمی ہو تو وقت رہتے اس کی سدھار کر لیں۔

بے قصور مسلم نوجوانوں کو جیل کی سلاخوں میں رکھا جاتا ہے اور اسی جگہ بڑے سے بڑا قصوروار فرد اگر غیر مسلم ہوتا ہے تو اس کو ضمانت مل جاتی ہے۔اس پر ہم سب کو سنجیدگی سے سوچنا ہوگا اور اپنے بچوں کو صحیح تعلیم اور تربیت دینی ہوگی۔ کہ یہ تو ان کے ایجنڈا کا حصہ ہے۔

کھلے میں نماز کا مسئلہ اس وقت بڑے عروج پر ہے جو موجودہ حکومت کی ناپاک ذہنیت کی عکاس ہے لہذا اس کے لیے مسلمانوں کو ہندوستانی قانون کی صحیح جانکاری لینے چاہیے اور اس کے مطابق ہندوستانی عدلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

ان سب باتوں پر غور کرنے سے جو چند باتیں سامنے آتی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے قائدین کی صحیح جانچ کے بعد ان کا ساتھ دیں، اپنے بچوں کو دینی وعصری دونوں علوم میں ماہر بنائے اور ہندوستانی قانون گاہ تک پہنچائیں، نکاح اسلامی احکام کے مطابق دین دار، نیک، پاک دامن اور مسلمہ سنیہ عورت سے ہی کریں، مساجد ومدارس اور مزارت کے کاغذات وغیرہ درست کرلیں اور تعلیمی معیار بہتر کریں، نمازوں کے پابند ہوں اور خوفِ دنیا کے بجائے خوفِ آخرت دل میں بسائے اللہ وحدہ ولا شریک کی خشیت سے لرزاں ہوں اور اسلامی احکام وفرمودات پر ہمیشہ عمل پیرا ہوں۔ حکومت دہرا سلوک کرے گی کہ اسی کی بنیاد پر حکومت قائم ہوئی ہے۔ لہذا ان سے بہت زیادہ امید رکھنا اور اپنی کمی پر توجہ نہ دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔